مصری صاحب کے خلافت سے انحراف کے متعلق تقریر

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مصری صاحب کے خلافت سے انحراف کے متعلق تقریر

(تقریر فرمودہ ۲۷۔ دسمبر ۱۹۳۷ء بر موقع جلسہ سالانہ قادیان)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی۔

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا ○ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمۡ عَذَابًا مُّھِیۡنًا○ وَالَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ بِغَیۡرِ مَا اکۡتَسَبُوۡا فَقَدِ احۡتَمَلُوۡا بُھۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِیۡنًا۔ یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡھِنَّ مِنۡ جَلَا بِیۡبِھِنَّ ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی اَنۡ یُّعۡرَفۡنَ فَلَا یُؤۡذَیۡنَ وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا○ لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہِ الۡمُنَافِقُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِھِمۡ مَّرَضٌ وَّالۡمُرۡجِفُوۡنَ فِی الۡمَدِیۡنَۃِ لَنُغۡرِیَنَّکَ بِھِمۡ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوۡنَکَ فِیۡھَاۤ اِلَّا قَلِیۡلًا ○ مَّلۡعُوۡنِیۡنَ اَیۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَ قُتِّلُوۡا تَقۡتِیۡلًا○ سُنَّۃَ اللّٰہِ فِی الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبۡدِیۡلًا ○ یَسۡـَٔلُکَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَۃِ قُلۡ اِنَّمَا عِلۡمُھَا عِنۡدَ اللّٰہِ وَمَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّ السَّاعَۃَ تَکُوۡنُ قَرِیۡبًا○[1]

اس کے بعد فرمایا:۔

میں آج اپنی تقریر شروع کرنے سے پہلے دوستوں کو اس اَمر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ قومی زندگی کیلئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ عضو اپنے جسم سے ملا رہے۔ جو چیز اپنی ذات میں اکیلی ہو وہ علیحدہ رہ سکتی ہے مثلاً ایک درخت جو اپنی جگہ پر قائم ہے اسے کسی دوسرے درخت سے ملنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور اگر وہ اکیلا کسی جنگل میں لگا دیا جائے تو وہ اپنی زندگی قائم رکھ سکتا ہے

لیکن اسی درخت کی اگر ایک شاخ کاٹ لی جائے تو وہ علیحدہ نہیں رہ سکتی کیونکہ وہ کُل کا جُزو ہے اور جُزو کُل سے علیحدہ نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ایسا قانون ہے کہ جس کے خلاف اعلیٰ مخلوق میں ہمیں کوئی مثال نظر نہیں آتی، ادنیٰ مخلوق میں بعض مثالیں نظر آتی ہیں۔ چنانچہ بعض جانور ایسے ہیں کہ اگر انہیں دو ٹکڑے کر دیا جائے تو اُن کے دونوں ٹکڑے زندہ رہتے ہیں مگر یہ ادنیٰ درجہ کے کیڑے ہوتے ہیں۔ اعلیٰ قسم کی مخلوق میں سے کسی کا کوئی عضو اصل سے جُدا ہو کر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح جب کوئی افراد ایسے ہوں جو اپنے آپ کو جماعت کہتے ہوں اور ان کا ایک مقصد اور مدّ عا ہو تو ان کی نسبت بھی جماعت کے ساتھ وہی ہؤا کرتی ہے جو شاخ کی درخت کے ساتھ یا انسان کے ہاتھوں اور پاؤں کی اس کے بدن کے ساتھ ہؤا کرتی ہے اور یہ نسبت اُس وقت تک چلتی چلی جاتی ہے جب تک وہ جماعت کا حصہ رہتے ہیں۔

پس جماعتی معاملات میں افراد کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتے بلکہ کبھی زندہ نہیں رہ سکتے جب تک اُن کا جڑ سے تعلق نہ ہو اور اس زمانہ میں یہ تعلق پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ اخبارات ہیں انسان کسی جگہ بھی بیٹھا ہؤا ہو اگر اسے سلسلہ کے اخبارات پہنچتے رہیں تو وہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسے پاس بیٹھا ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے مَیں اَب بول رہا ہوں گو عورتوں کا جلسہ بہت دُور ہے مگر لاؤڈ سپیکر کی وجہ سے وہ بھی میری تقریر سن رہی ہیں۔ اگر لاؤڈ سپیکر نہ ہوتا تو انہیں کچھ علم نہ ہوتا کہ مَیں کیا کہہ رہا ہوں۔ پس لاؤڈ سپیکر نے عورتوں کو میری تقریر کے قریب کر دیا اسی طرح اخبارات دُور رہنے والوں کو قوم سے وابستہ رکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ الحکم اور بدر ہمارے دو بازو ہیں۔ گو بعض دفعہ یہ اخبارات ایسی خبریں بھی شائع کر دیتے تھے جو ضرر رساں ہوتی تھیں مگر چونکہ ان کے فوائد ان کے ضرر سے زیادہ تھے اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ہم ایسا محسوس کرتے ہیں جیسے یہ دو اخبارات ہمارے دو بازو ہیں۔ دو بازو ہونے کے یہی معنی ہیں کہ ان کے ذریعہ ہمارا جو بازو ہے یعنی جماعت وہ ہم سے ملا ہؤا ہے۔ پھر اُس زمانہ میں ہمارے اخبارات کی طرف احباب کو بہت توجہ ہؤا کرتی تھی حالانکہ جماعت اُس وقت آج سے دسواں یا بیسواں حصہ تھی۔ چنانچہ بدر کی خریداری ایک زمانہ میں چودہ پندرہ سَو رہ چکی ہے، اسی طرح الحکم کے خریداروں کی تعداد ایک ہزار تک تھی بلکہ الحکم نے تو ایک دفعہ روزانہ ہونے کی صورت بھی اختیار کر لی تھی تو جماعت کے دوست اس زمانہ میں کثرت سے اخبارات خریدتے تھے بلکہ جو پڑھے لکھے نہیں تھے بعض دفعہ وہ بھی خریدتے

اور دوسروں کو پڑھنے کیلئے دے دیتے اور سمجھتے کہ یہ بھی تبلیغ کا ایک ذریعہ ہے۔ مجھے یاد ہے میاں شیر محمد صاحب جو بنگہ کے رہنے والے تھے انہوں نے بہت سے احمدی کئے۔ ایک دفعہ جب میں ان کے علاقہ میں گیا تو دوستوں نے مجھے بتایا کہ ان کے ذریعہ کئی آدمی احمدیت میں داخل ہوئے ہیں۔ میں نے جب ان سے گفتگو کی تو معلوم ہوا کہ وہ بالکل سیدھے سادے آدمی ہیں اور عمدگی سے بات تک بھی نہیں کر سکتے۔ آخر میں نے دریافت کیا کہ یہ کس طرح تبلیغ کرتے ہیں تو دوستوں نے مجھے بتایا کہ یہ یکّہ بان ہیں اور الحکم باقاعدہ منگواتے ہیں۔ جب کوئی مسافر ان کے یکّہ میں بیٹھ جاتا ہے اور یہ شکل صورت سے پہچان لیتے ہیں کہ یہ لڑاکا اور بدمزاج نہیں تو اسے کہتے ہیں ایک اخبار میرے نام آیا ہے مَیں پڑھا ہوا نہیں آپ مہربانی فرما کر مجھے پڑھ کر سنا دیں۔ اس پر انہوں نے الحکم نکال کر اس کے سامنے رکھ دینا اور اس نے سنانا شروع کر دینا۔ یہ ہاں ہاں ہُوں ہُوں کرتے جاتے اور نتیجہ یہ ہوتا کہ کئی لوگ یکّہ سے اُترتے اُترتے کہتے کہ یہ اخبار کہاں سے نکلتا ہے اس میں جس مدعیٔ مأموریت کی باتیں لکھی ہیں اس کا پتہ ہمیں بھی بتاؤ تاکہ ہم اس سے ملیں اور اس طرح کئی آدمی ان کے ذریعہ احمدیت میں داخل ہوگئے۔

اب وہ پڑھے ہوئے نہیں تھے مگر انہوں نے اس لئے اخبار منگوانا ترک نہیں کیا کہ جب میں نہیں پڑھ سکتا تو اخبار منگوانے کا کیا فائدہ ہے بلکہ وہ برابر اخبار منگواتے رہے اور انہوں نے سمجھا کہ پڑھے ہوئے تو اخبار کے ذریعہ اپنا گھر پورا کر لیتے ہیں۔ میں اگر پڑھا ہوا نہیں تو اسی طرح ثواب میں شامل ہو سکتا ہوں کہ اخبار منگواؤں اور غیر احمدیوں کو پڑھنے کیلئے دے دوں تو اُس زمانہ میں دوستوں کو اخبارات کی طرف بہت زیادہ توجہ تھی اور اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ باوجود اس بات کے اُس وقت چند ہزار کی جماعت تھی آج کی نسبت اخبارات کی خریداری بہت زیادہ تھی اور جماعت میں ایک عام بیداری پائی جاتی تھی۔ ہر شخص ''الحکم'' اور ''بدر'' میں شائع شُدہ ڈائری پڑھتا اور یوں محسوس کرتا کہ گویا وہ قادیان میں بیٹھا ہے اور اُسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صُحبت حاصل ہے لیکن اب جوں جوں جماعت بڑھ رہی ہے اخبارات کی طرف توجہ بہت کم ہو رہی ہے اور ایک خطرناک مرض ہے جس کا علاج بہت جلد ہونا چاہئے۔ اِس وقت ہماری جماعت میں جو دوست اَنْ پڑھ ہیں وہ سب کے سب میاں شیر محمد صاحب والا عرفان نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ ہم اَنْ پڑھ ہیں ہم اخبار منگوا کر کیا کریں اور جو پڑھے ہوئے ہیں اُن میں سے بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمیں اس بات کی توفیق ہی نہیں کہ ہم الفضل منگوائیں اور

اس طرح پڑھے ہوؤں میں سے بھی ایک حصہ محروم رہ جاتا ہے۔ پھر ایک طبقہ ایسے لوگوں کا بھی ہے جو اپنے آپ کو ارسطو اور افلاطون کا بھائی سمجھتے ہیں انہیں توفیق بھی ہوتی ہے اور اخبار کی خریداری کی استطاعت بھی رکھتے ہیں مگر جب کہا جاتا ہے کہ آپ ''الفضل'' کیوں نہیں خریدتے تو کہہ دیتے ہیں اس میں کوئی ایسے مضامین نہیں ہوتے جو پڑھنے کے قابل ہوں۔ ان کے نزدیک دوسرے اخبارات میں ایسے مضامین ہوتے ہیں جو پڑھے جانے کے قابل ہوں مگر خدا تعالیٰ کی باتیں ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتیں کہ وہ انہیں سنیں اور ان کے پڑھنے کے لئے اخبار خریدیں ایسے لوگ یقیناً وہمی ہوتے ہیں اور ان میں قوتِ موازنہ نہیں پائی جاتی۔ میرے سامنے جب کوئی کہتا ہے کہ ''الفضل'' میں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی جس کی وجہ سے اُسے خریدا جائے تو مَیں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ مجھے تو اس میں کئی باتیں نظر آ جاتی ہیں آپ کا علم چونکہ مجھ سے زیادہ وسیع ہے اس لئے ممکن ہے کہ آپ کو اس میں کوئی بات نظر نہ آتی ہو۔

اصل بات یہ ہے کہ جب کسی کے دل کی کھڑکی بند ہو جائے تو اس میں کوئی نور کی شعاع داخل نہیں ہو سکتی پس اصل وجہ یہ نہیں ہوتی کہ اخبار میں کچھ نہیں ہوتا بلکہ اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کے اپنے دل کا سوراخ بند ہوتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اخبار میں کچھ نہیں ہوتا۔

اس سُستی اور غفلت کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری اخباری زندگی اتنی مضبوط نہیں جتنی کہ ہونی چاہئے حالانکہ یہ زمانہ اشاعت کا زمانہ ہے اور اس زمانہ میں اشاعت کے مراکز کو زیادہ سے زیادہ مضبوط ہونا چاہئے۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ اگر اخبارات کے متعلق ہماری جماعت کی وہی حالت ہو جائے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تھی تو اخبار ''الفضل'' کے روزانہ ہونے کے باوجود کم از کم پانچ ہزار خریدار پیدا ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ہمارے دوستوں کے اندر وہی روح پیدا ہو جائے کہ وہ کہیں ہم نے بہرحال اخبار خریدنا ہے چاہے ہمیں پڑھنا آتا ہو یا نہ آتا ہو۔ اور اسی روح سے کام کرنے کے نتیجے میں باقی رسائل وغیرہ کے بھی ہزار دو ہزار خریدار ہو سکتے ہیں کیونکہ اِس وقت پنجاب میں ہماری ایک لاکھ سے زیادہ معلوم جماعت ہے۔ وہ لوگ جو کمزوری کی وجہ سے اپنے آپ کو ظاہر نہیں کر سکتے یا دل میں تو احمدی ہیں مگر ہمیں ان کی احمدیت کا عِلم نہیں وہ اس سے الگ ہیں اور اگر سارے ہندوستان کو دیکھا جائے تو اس میں جو ہماری معلوم جماعت ہے اس کو شامل کر کے یہ تعداد دو لاکھ تک ہو جاتی ہے اور اگر بیرونِ ہند کی معلوم جماعت کو اس میں شامل کر لیا جائے تو یہ تعداد تین ساڑھے تین لاکھ تک پہنچ جاتی ہے۔ گویا

وہ احمدی جو ہمارے ریکارڈ کے لحاظ سے ہمیں معلوم ہیں اور جو اپنے آپ کو ایک نظام میں شامل کئے ہوئے ہیں وہ تین چار لاکھ سے کم نہیں۔ اگر یہ لوگ اپنے اندر زندگی کی حقیقی روح پیدا کریں اور عورتوں اور بچوں اور ان لوگوں کو نکال بھی دیا جائے جو انتہائی غربت کی وجہ سے کسی اخبار کے خریدنے کی طاقت نہیں رکھتے تو کم از کم بیس ہزار لوگ یقیناً ہماری جماعت میں ایسے موجود ہیں جو سَستا یا مہنگا کوئی نہ کوئی اخبار خرید سکتے ہیں مگر افسوس ہے کہ اس طرف توجہ نہیں کی جاتی اور ان کا نفس یہ عُذر تراشنے لگ جاتا ہے کہ اَور چندوں کی کثرت کی وجہ سے ہم اخبار نہیں خرید سکتے حالانکہ اس قسم کے چندے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی تھے اور گو اُس وقت عام چندہ کم تھا مگر ایسے مخلص بھی موجود تھے جو اپنا تمام اندوختہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کچھ روپیہ کی ضرورت پیش آئی بہت سے مہمان آئے ہوئے تھے اور ان کے لئے روپیہ کی ضرورت تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گھر میں حضرت اماں جان سے ذکر کیا کہ آج روپیہ کی ایسی تنگی محسوس ہو رہی ہے کہ مجھے خیال آتا ہے شاید کہیں سے قرض لینا پڑے۔ اس کے بعد آپ کسی ضرورت کیلئے باہر تشریف لائے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہی گھر واپس آ گئے اُس وقت آپ کے ہاتھ میں ایک رومال تھا جو غالباً ململ کا تھا اور کچھ پھٹا ہوا بھی تھا آپ نے ہماری والدہ صاحبہ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ بھی کیسے عجیب سامان کرتا ہے ابھی مَیں روپوں کا ذکر کر رہا تھا اور ابھی جب کہ میں باہر گیا تو ایک غریب سے آدمی نے جس نے پھٹے پُرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے مجھے یہ رومال دیا جس میں کچھ بندھا ہوا تھا۔ میں نے اُس کی غربت کو دیکھتے ہوئے خیال کیا کہ چونکہ بعض لوگوں کو شوق ہوتا ہے کہ ہم زیادہ رقم نذرانہ کے طور پر پیش کریں اس لئے غالباً یہ دھیلے یا دمڑیاں ہونگی مگر جب میں نے رومال کو کھولا تو وہ روپے تھے اور گِننے پر دوسَو یا دوسَو دس روپے نکلے تو گو اُس وقت آنہ فی روپیہ چندہ دینے کا طریق نہیں تھا اور بعض لوگ پیسہ اور بعض دو پیسے کے حساب سے چندہ دیتے تھے مگر اپنے اخلاص کی وجہ سے وہ اور وقتوں میں بہت زیادہ چندہ بھی دے دیتے تھے۔ مجھے یاد ہے منشی رستم علی صاحب مرحوم جو کورٹ سب انسپکٹر تھے ۲۵ روپے ماہوار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چندہ بھیجا کرتے تھے اُن کی تنخواہ اُس وقت ایک سَو روپیہ تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہی دنوں چندہ کی تحریک کی تو میرے سامنے

ان کا منی آرڈر آیا جس کے کوپن پر لکھا تھا کہ حضور کی دعا کی برکت سے کورٹ سب انسپکٹر کے عُہدہ کی بجائے میرا عہدہ اب کورٹ انسپکٹر کا ہو گیا ہے اور تنخواہ میں بھی ۸۰ روپے کا اضافہ ہو گیا ہے لیکن چونکہ مجھے یہ ترقی اُسی وقت ملی ہے جب حضور کی طرف سے چندہ کی تحریک ہوئی ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ترقی محض حضور کی دعاؤں کا نتیجہ ہے اور میں اس کے شکریہ میں ۲۵ روپے ماہوار جو چندہ پہلے بھیجا کرتا تھا وہ تو بھیجتا ہی رہوں گا مگر اب جو ۸۰ روپے ترقی ہوئی ہے یہ بھی بِالالتزام حضور کی خدمت میں ارسال کرتا رہوں گا کیونکہ یہ ترقی حضور کے مقاصد کی تکمیل کیلئے ہی ہوئی ہے۔ چنانچہ اِس کے بعد وہ علاوہ پچیس روپوں کے ۸۰ روپے بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماہوار بھیجتے رہے۔ اسی طرح ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جب گورداسپور میں مقدمہ دائر ہوا تو اُس وقت آپ نے مختلف دوستوں کی طرف خطوط لکھے کہ اب خدمت کا وقت ہے جو دوست روپیہ بھیج کر مالی خدمت میں حصہ لینا چاہیں اُن کے لئے خدا نے یہ موقع پیدا کر دیا ہے اور وہ دوست جن کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطوط لکھے اُن میں سے ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم بھی تھے۔ بعض دوست جو اُس وقت اُن کے پاس موجود تھے انہوں نے بتایا کہ جس روز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ خط انہیں ملا وہ تنخواہ ملنے کا دن تھا چنانچہ وہ تنخواہ لے کر آئے تو ساری کی ساری تنخواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیج دی۔ وہ کہتے ہیں ہم نے ان سے پوچھا کہ آپ نے ساری تنخواہ بھیج دی ہے آپ خود کس طرح گزارہ کریں گے؟ تو وہ کہنے لگے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چٹھی آئے اور ہم اپنی ضروریات مقدم کر لیں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ اب خواہ ہم مریں یا جئیں مَیں نے تو جو کچھ کرنا تھا کر دیا۔ پھر اس کے بعد چھ مہینے تک بِالالتزام انہیں جو کچھ ملتا وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیج دیتے یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں ایک اور چٹھی لکھی کہ آپ نے اِس چندہ کی وجہ سے اتنی خدمت کی ہے کہ مجھے اب آپ کو روکنا پڑا ہے آپ آئندہ بے شک چندہ نہ بھیجا کریں۔ آپ نے خدمت کی انتہاء کر دی ہے۔ تو بعض لوگ یہ خیال کر لیتے ہیں کہ اُس وقت چندہ پیسہ تھا یا دو پیسے تھا حالانکہ سوال یہ نہیں کہ چندہ کتنا تھا بلکہ سوال یہ ہے کہ وہ دیتے کتنا تھے۔ اگر چندہ پیسہ فی روپیہ تھا اور وہ آٹھ آنے دیتے تھے تو کیا اس سے یہ سمجھ لیا جائے گا کہ اُن پر بوجھ کم تھا؟ پس جماعت کے دوستوں کو میں توجہ دلاتا ہوں اور گو پہلے بھی کئی دفعہ توجہ

دلا چکا ہوں مگر معلوم ہوتا ہے دوست میرے الفاظ کو رسمی سمجھتے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ مَیں اخبار کی امداد کا اعلان کر رہا ہوں حالانکہ میں اخبار کے فائدہ کیلئے نہیں بلکہ آپ لوگوں کے ایمانوں اور آپ کی نسلوں کے ایمانوں اور آپ کے ہمسایوں کے ایمانوں کے فائدے کیلئے کہہ رہا ہوں کہ آپ لوگ اخبارات خریدیں اور جو لوگ نہیں پڑھ سکتے وہ بھی اخبار خرید کر اپنے غیر احمدی ہمسایوں اور دوستوں کو دیا کریں تاکہ وہ پڑھیں اور سلسلہ کے قریب ہو جائیں۔

ہاں ایک طبقہ ایسا بھی ہوتا ہے جو مُفت خور ہوتا ہے وہ لوگ اخبار نہایت باقاعدگی سے پڑھتے ہیں مگر اس طرح نہیں کہ خود خریدیں اور پڑھیں بلکہ اس طرح کہ دوسروں سے اخبار لیتے اور پڑھ کر واپس کر دیتے ہیں۔ وہ پہلے یہ پتہ لگاتے ہیں کہ اخبار کس کے نام آتا ہے اور پھر ہر شام کو وہاں پہنچ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کیوں صاحب! الفضل آیا؟ چنانچہ وہ ان سے الفضل لیتے اور دو دو تین تین دن کے بعد واپس کرتے ہیں حتّٰی کہ بعض دوست شکایت کرتے ہیں کہ اس قسم کے مُفت خورے ہمیں بھی اخبار پڑھنے نہیں دیتے جونہی اخبار پہنچتا ہے وہ آ موجود ہوتے ہیں اور پھر اخبار فوراً گھر لے جاتے ہیں اور اپنی بیوی اور بچوں کو پڑھاتے ہیں اور جو شخص اپنی گِرہ سے قیمت خرچ کر کے اخبار خریدتا ہے اسے بعض دفعہ تیسرے اور بعض دفعہ چوتھے دن اخبار ملتا ہے۔ گویا اُن کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہتے ہیں کوئی شخص ریل میں بیٹھا عینک لگائے اخبار کا مطالعہ کر رہا تھا کہ ایک اور شخص جو مُفت خورہ تھا کہنے لگا ذرا عینک تو دکھائیے۔ اُس نے عینک دکھائی تو اُس نے جھٹ آنکھوں پر لگائی اور پھر تھوڑی دیر کے بعد جب دیکھا کہ وہ عینک کے انتظار میں اخبار چھوڑے بیٹھا ہے تو کہنے لگا اوہو! آپ عینک کے بغیر نہیں پڑھ سکتے لائیے اتنی دیر مَیں ہی اخبار پڑھ لوں۔ تو یہ بہت ہی غلط طریق ہے جو لوگوں میں رائج ہے۔ دوستوں کو چاہئے کہ وہ حتَّی الوسع قربانی کر کے بھی اخباریں خریدیں۔ یہ ان کا اخبار والوں پر احسان ہوگا۔ میرے نزدیک وہ شخص جس کی ڈیڑھ دوسَو یا اڑھائی سَو روپیہ تنخواہ ہو اُس کی یہ نہایت ادنیٰ قربانی ہے کہ وہ تیس پینتیس روپے سالانہ اخبارات پر خرچ کرے بلکہ میرے نزدیک تو اس کا نام قربانی رکھنا بھی قابلِ شرم بات ہے اور ایسا طبقہ جو تیس پینتیس روپے سالانہ اخبارات پر خرچ کر سکتا ہے ہماری جماعت میں کم سے کم اڑھائی تین ہزار ہے گویا اڑھائی تین ہزار یقیناً ایسے لوگ ہماری جماعت میں موجود ہیں جو الفضل کو جو سلسلہ کا ڈیلی اخبار ہے خرید سکتے ہیں۔ پس اگر ایسے لوگ الفضل کی طرف توجہ کریں تو اِس کی خریداری محض اس طبقہ کی وجہ سے اڑھائی تین ہزار تک پہنچ سکتی ہے۔ پھر وہ لوگ

جو پچیس روپے سالانہ اخبارات خریدنے کیلئے خرچ کر سکتے ہیں اگر ان کو ملا لیا جائے تو الفضل کی کم از کم خریداری پانچ ہزار تک پہنچ سکتی ہے۔ پھر اس سے اُتر کر وہ لوگ ہوں گے جو پانچ دس روپے سالانہ خرچ کر سکتے ہیں ایسے لوگ دوسرے رسائل کی خریداری کی طرف توجہ کریں تو ان میں سے ہر رسالہ کا پانچ پانچ چھ چھ ہزار خریدار ہو سکتا ہے۔

پس مَیں دوستوں کو اِس طرف خصوصیّت سے توجہ دلاتا ہوں۔ انہیں اس غلط فہمی میں مبتلاء نہیں ہونا چاہئے کہ میں الفضل کی تائید کیلئے کہہ رہا ہوں بلکہ میں یہ بات اس لئے کہہ رہا ہوں کہ تا آپ لوگوں کے ایمان مضبوط ہوں۔ مخالف جب بھی حملہ کرتا ہے اس لئے کرتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے میں بعض لوگوں کو ورغلالُوں گا کیونکہ وہ سلسلہ کی تعلیم سے پوری طرح واقف نہیں لیکن اگر جماعت پوری طرح سلسلہ سے وابستہ ہو اور جماعت کے عقائد اور تعلیمات سے اُسے واقفیت ہو تو وہ حملہ کی جرأت نہیں کر سکتا۔ پس سلسلہ سے وابستگی کیلئے بھی اخبارات کی خریداری ضروری ہے تا ایسا نہ ہو کہ کوئی بھیڑیا حملہ کر کے کسی بھیڑ کو لے جائے۔

مَیں امید کرتا ہوں کہ جماعتوں کے سیکرٹری اپنی اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے اوّلین کوشش یہ کریں گے کہ اخبار کے خریداروں میں اضافہ ہو تا کہ الفضل بغیر کسی تکلیف کے چل سکے لیکن اس کے ساتھ میں اخبار والوں کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ پیشگی قیمت لئے بغیر وہ کسی کے نام اخبار جاری نہ کیا کریں کیونکہ بعض لوگ اخبار تو وصول کرتے چلے جاتے ہیں مگر بعد میں قیمت نہیں دیتے۔ اور اس طرح اخبار والوں کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔ پس آئندہ کیلئے تمام اخبارات والوں کو یہ امر اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ جس اخبار کا خریداروں کے نام بقایا ہوگا اس سے ہمیں کوئی ہمدردی نہیں اور میں سمجھتا ہوں اگر اس بات کی عادت ڈال لی جائے کہ بغیر پیشگی قیمت لئے کسی کے نام اخبار جاری نہیں کرنا تو تھوڑے ہی دنوں میں لوگوں کو بھی پیشگی قیمت دینے کی عادت ہو سکتی ہے۔ میں نے جب الفضل جاری کیا تو اُس وقت مفتی محمد صادق صاحب اور قاضی اکمل صاحب جو اخبارات کا پُرانا تجربہ رکھتے تھے مجھ پر زور دیتے تھے کہ اگر ایسا کیا گیا تو اخبار نہیں چل سکے گا مگر میں نے کہا میں تو اُس کے نام اخبار جاری کروں گا جو پیشگی قیمت دے گا اور اگر اس کے نتیجہ میں اخبار بند ہوتا ہے تو بہتر ہے کہ کل بند ہونے کی بجائے آج ہی بند ہو جائے۔ مگر چونکہ میں ایک عزم کے ساتھ اس پر قائم ہو گیا اس لئے مَیں نے دیکھا کہ لوگ پیشگی قیمت دے کر الفضل کے خریدار بنتے تھے حتّٰی کہ بعض ہندو اور غیر احمدی بھی اس کے خریدار تھے بلکہ ایک انگریز بھی اُس

وقت خریدار تھا اور یہ سب پیشگی قیمت دیتے تھے۔ اگر انسان ایک دفعہ ضدّ کر کے بیٹھ جائے اور کہے کہ خواہ کچھ ہو مَیں نے اِس طریق میں تبدیلی نہیں کرنی تو آہستہ آہستہ لوگ اُسی طرف آ جاتے ہیں۔ پس اخبارات والوں کو بھی مَیں سنا دیتا ہوں کہ آئندہ اُس اخبار سے ہمیں کوئی ہمدردی نہیں ہوگی جو بقائے پر چلتا ہو۔ صرف اُس اخبار سے ہمیں ہمدردی ہوگی جس کے چلانے والے لوگوں سے پیشگی قیمت لیتے ہوں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ سال بھر کی بجائے چھ مہینے یا تین مہینے کی پیشگی قیمت دے کر اگر کوئی اپنے نام اخبار جاری کرانا چاہے تو اُس کے نام چھ مہینے یا تین مہینے کیلئے اخبار جاری کر دیا جائے لیکن یہ نہ ہو کہ کسی کے نام اخبار مُفت جا رہا ہو بلکہ قیمت ختم ہونے سے پندرہ دن پہلے اُسے نوٹس دے دینا چاہئے اور آئندہ کیلئے قیمت کا مطالبہ کرنا چاہئے۔ انگریزی اخبارات تو صرف ایک ہفتہ کی مُہلت دیتے ہیں اور اگر دیکھتے ہیں کہ کسی نے توجہ نہیں کی تو فوراً اُس کے نام اخبار بند کر دیتے ہیں۔ پس یہ بھی ایک بے اصولا پن ہے کہ بغیر قیمت لئے اخبار بھیجی جائے اس سے جماعت میں سُستی اور غفلت پیدا ہوتی ہے۔ پس تمام اخبارات والوں کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ جو اخبار بقایوں پر چلے گا اس سے آئندہ ہمیں کوئی ہمدردی نہیں ہوگی۔

بعض دوست یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ ہمیں اخبار کی قیمت میں کچھ رعایت دی جائے حالانکہ ہمارے ملک میں اخبارات نفع پر نہیں بلکہ نقصان پر چل رہے ہیں اسی لئے بعض اخبارات کا طریق ہوتا ہے کہ پہلے وہ کسی رئیس یا نواب کی تعریف میں ایک نوٹ لکھ دیتے ہیں اور اخبار اسے بھجوا دیتے ہیں۔ پھر خود اس کے پاس چلے جاتے ہیں اور کہتے ہیں جناب نے وہ نوٹ ملاحظہ فرمایا ہے؟ ہمارا اخبار جناب کا خادم ہے اور ہمیشہ خادم رہے گا۔ اس طرح چند تعریفی کلمات کہہ کر اُس سے کچھ روپیہ بٹور لیتے ہیں اور اگر وہ کچھ نہیں دیتا تو اگلا نوٹ اُس کی مذمت میں شائع کرتے ہیں اور اُس میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ فلاں رئیس یا نواب کے خلاف نہایت سخت رپورٹیں پہنچ رہی ہیں اگر وہ چاہیں اور ہمیں یقین دلا دیں کہ آئندہ ایسے واقعات نہیں ہونگے تو ہم ان رپورٹوں کی تردید کر سکتے ہیں۔ اس پر اگر تو وہ ڈرپوک ہوتا ہے تو سَو دو سَو روپے بھجوا دیتا ہے اور معاملہ دَب جاتا ہے اور اگر وہ پھر بھی کچھ نہیں دیتا تو انہیں سخت رپورٹیں پہنچتی رہتی ہیں اور اُس کے خلاف وقتاً فوقتاً نوٹ شائع ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اخبار والوں کی منت وسماجت کر لیتا ہے یا مقدمہ کر کے سیدھا کر لیتا ہے لیکن ہمارے اخبار کی یہ حالت نہیں ہمارے اخبارات اگر اس طرح کریں تو ہم انہیں ایسی سزا دیں کہ ان کے لئے اخبار چلانا مشکل ہو جائے۔ پھر باقی اخبارات والوں کا یہ

بھی طریق ہے کہ وہ امراء کو اپنے اخباروں کا زبردستی وی پی کر دیتے ہیں اور اپنا خط لکھ دیتے ہیں کہ آپ جیسے قوم پرور اصحاب سے توقع ہے کہ ہمارے اخبار کا وی پی وصول کر کے ہماری امداد فرمائیں گے۔ چنانچہ میرے نام بھی اِس قسم کے اخبارات والے زبردستی وی پی کر دیتے ہیں اور ساتھ ہی لکھ دیتے ہیں کہ جناب کی خدمت میں اخبار آ رہا ہے جناب سے توقع ہے کہ آپ اخبار کا وی پی وصول فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔ یوں وہ مجھے گالیاں دیں گے اور کافر اور جھوٹا کہیں گے مگر جب اخبار کا وی پی کریں گے تو یہ لکھ دیں گے کہ امید ہے کہ جناب وی پی وصول کر کے ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں گے غرض اسی طرح وہ اخبارات چل رہے ہیں۔ یورپ میں البتہ اور کیفیت ہے وہاں اخبارات سرمایہ پر چلتے ہیں گو کچھ طبقہ وہاں بھی اِسی قسم کے گزارے کرتا ہے۔ پس یہ بالکل غلط خیال ہے کہ اخبار والے پندرہ بیس روپے سالانہ قیمت لے کر کچھ کما رہے ہوتے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ پندرہ بیس روپے لیتے ہیں اور پچیس تیس روپے ان کے خرچ ہوتے ہیں۔ جو چھوٹے اخبار ہیں انہیں تو صرف ایک کلرک کی تنخواہ بچتی ہے جو اِس وجہ سے کہ وہ آپ ہی سب کام کرتے ہیں اور کوئی زائد کلرک نہیں رکھتے۔ خود لے لیتے ہیں اس سے زیادہ انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ دوست خاص طور پر اس طرف توجہ کریں گے اور جماعتوں کے سیکرٹری اور پریذیڈنٹ صاحبان کوئی ایسا مؤثر قدم اُٹھائیں گے جس کی وجہ سے ہمارے اخبارات و رسائل کی زندگی معرضِ خطر سے نکل جائے۔

ایک بات جس کی طرف مَیں نے اِس سال جماعت کو خصوصیت سے توجہ دلائی ہے اور وہ اتنی اہم ہے کہ جتنی بار اس کی اہمیت کی طرف جماعت کو متوجہ کیا جائے کم ہے یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات اور آپ کے کلمات صحابہ سے جمع کرائے جائیں۔ ہر شخص جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک چھوٹی سے چھوٹی بات بھی یاد ہو اُس کا اس بات کو چُھپا کر رکھنا اور دوسرے کو نہ بتانا یہ ایک قومی خیانت ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض باتیں چھوٹی ہوتی ہیں مگر کئی چھوٹی باتیں نتائج کے لحاظ سے بہت اہم ہوتی ہیں۔ اب یہ کتنی چھوٹی بات ہے جو حدیثوں میں آتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک دفعہ کدّو پکا تو آپ نے شوق سے شوربہ میں سے کدّو کے ٹکڑے نکال نکال کر کھانے شروع کر دیئے یہاں تک کہ شوربہ میں کدّو کا کوئی ٹکڑا نہ رہا اور آپ نے فرمایا کدّو بڑی اعلیٰ چیز ہے۔[۲] اب بظاہر یہ کتنی چھوٹی سی بات ہے ممکن ہے کئی احمدی بھی سُن کر کہہ دیں کہ کدّو کے ذکر کی کیا ضرورت تھی؟ مگر اس چھوٹی

سی بات سے اسلام کو کتنا بڑا فائدہ پہنچا ہم آج اپنے زمانہ میں ان خرابیوں کا اندازہ نہیں کر سکتے جو مسلمانوں میں رائج ہوئیں مگر ایک زمانہ اسلام پر ایسا آیا ہے جب ہندو تمدن نے مسلمانوں پر اثر ڈالا اور اس اثر کی وجہ سے وہ اس خیال میں مبتلاء ہو گئے کہ نیک لوگ وہ ہوتے ہیں جو گندی چیزیں کھائیں اور جب بھی وہ کسی کو عُمدہ کھانا کھاتے دیکھتے کہتے یہ بزرگ کس طرح کہلا سکتا ہے جب یہ ایسا عمدہ کھانا کھا رہا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ایک دفعہ مسجد اقصیٰ میں درس دے کر واپس اپنے گھر تشریف لے جا رہے تھے کہ جب آپ وہاں پہنچے جہاں آجکل نظارتوں کے دفاتر ہیں تو یہاں ایک ڈپٹی صاحب ہوا کرتے تھے جو ریٹائرڈ تھے اور ہندو تھے انہوں نے کسی سے سُن لیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پلاؤ کھاتے اور بادام روغن استعمال کرتے ہیں وہ اُس وقت اپنے مکان کے باہر بیٹھا تھا۔ حضرت خلیفہ اوّل کو دیکھ کر کہنے لگا مولوی صاحب! ایک بات پوچھنی ہے۔ فرمانے لگے کیا؟ وہ کہنے لگا جی بادام روغن اور پلاؤ کھانا جائز ہے؟ حضرت خلیفۂ اوّل نے فرمایا ہمارے مذہب میں یہ چیزیں کھانی جائز ہیں۔ وہ کہنے لگا جی فقراں نوں بھی جائز ہے؟ یعنی جو بزرگ ہوتے ہیں کیا ان کے لئے بھی ان چیزوں کا کھانا جائز ہے۔ آپ فرمانے لگے ہمارے مذہب میں فقروں کیلئے بھی یہ چیزیں جائز ہیں۔ وہ کہنے لگا اچھا جی! اور یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔ اب دیکھو اس شخص کو بڑا اعتراض یہی سُوجھا کہ حضرت مرزا صاحب مسیح اور مہدی کس طرح ہو سکتے ہیں جب وہ پلاؤ کھاتے اور بادام روغن استعمال کرتے ہیں۔ اگر صحابہ کا بھی ویسا ہی علمی مذاق ہوتا جیسے آجکل احمدیوں کا ہے اور وہ کدّو کا ذکر حدیثوں میں نہ کرتے تو کتنی اہم بات ہاتھ سے جاتی رہتی۔ حدیثوں میں آتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ جمعہ کے دن اچھا سا جُبّہ پہن کر مسجد میں آئے[۳] اب اگر کوئی شخص ایسا پیدا ہو جو یہ کہے کہ اچھے کپڑے نہ پہننا فقروں کی علامت ہے تو ہم اُسے اِس حدیث کا حوالہ دے کر بتا سکتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نہایت تعہّد سے صفائی کرتے اور اعلیٰ اور عمدہ لباس زیبِ تن فرماتے بلکہ آپ صفائی کا اتنا تعہّد رکھتے کہ بعض صوفیا نے جیسے شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی گزرے ہیں یہ طریق اختیار کیا ہوا تھا کہ وہ ہر روز نیا جوڑا کپڑوں کا پہنتے خواہ وہ دُھلا ہوا ہوتا اور خواہ بالکل نیا ہوتا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی طبیعت میں چونکہ بہت سادگی تھی اور کام کی کثرت بھی رہتی تھی اس لئے بعض دفعہ جمعہ کے دن آپ کپڑے بدلنا یا غسل کرنا بُھول جاتے تھے اور اُنہیں کپڑوں میں جو آپ نے پہنے ہوئے

ہوتے تھے جمعہ پڑھنے چلے جاتے تھے۔ میں نے جب آپ سے بخاری پڑھنی شروع کی تو ایک دن جب کہ مَیں بخاری لئے آپ کی طرف جا رہا تھا مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیکھ لیا اور فرمایا کہاں جاتے ہو؟ میں نے عرض کیا مولوی صاحب سے بخاری پڑھنے جا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا ایک سوال میری طرف سے بھی مولوی صاحب سے کر دینا اور پوچھنا کہ کہیں بخاری میں یہ بھی آیا ہے کہ جمعہ کے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرماتے اور نئے کپڑے پہنتے تھے؟ لیکن اب ہمارے زمانہ میں صوفیت کے یہ معنی کر لئے گئے ہیں کہ انسان گندہ رہے گویا اگر اُس کا وزن بنایا جائے تو یوں بنے گا کہ جتنا گندہ اُتنا ہی خدا کا بندہ۔ حالانکہ انسان جتنا گندہ ہوا اُتنا ہی خدا تعالیٰ سے دُور ہوتا ہے اسی لئے ہماری شریعت نے بہت سے مواقع پر غسل واجب کیا ہے اور خوشبو لگانے کی ہدایت کی ہے اور بدبودار چیزیں کھا کر مجالس میں آنے کی ممانعت کی ہے۔

غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی سے دنیا فائدہ اُٹھاتی چلی آئی اور اٹھاتی چلی جائے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات سے بھی دنیا فائدہ اُٹھائے گی اور ہمارا فرض ہے کہ ہم انکو جمع کر دیں۔ ایک نوجوان نے مجھے بتایا کہ میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابی ہوں مگر مجھے سوائے اس کے اور کوئی بات یاد نہیں کہ ایک دن جبکہ مَیں چھوٹا سا تھا میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہاتھ پکڑ لیا اور آپ سے مصافحہ کیا اور تھوڑی دیر تک میں آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے برابر کھڑا رہا کچھ دیر کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہاتھ چُھڑا کر کسی اور کام میں مشغول ہو گئے۔ اب بظاہر یہ ایک چھوٹی سی بات ہے مگر بعد میں انہی چھوٹے چھوٹے واقعات سے بڑے بڑے اہم نتائج اخذ کئے جائیں گے۔ مثلاً یہی واقعہ لے لو اِس سے ایک بات تو یہ ثابت ہوگی کہ چھوٹے بچوں کو بھی بزرگوں کی مجالس میں لانا چاہئے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں لوگ اپنے بچوں کو بھی آپ کی مجلس میں لاتے۔ ممکن ہے آئندہ کسی زمانہ میں ایسے لوگ بھی پیدا ہو جائیں جو کہیں کہ بچوں کو بزرگوں کی مجالس میں لانے کا کیا فائدہ ہے ان مجالس میں بڑوں کو شامل ہونا چاہئے کیونکہ جب فلسفہ آتا ہے تو ایسی بہت سی باتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور یہ کہنا شروع کر دیا جاتا ہے کہ بچوں نے کیا کرنا ہے؟ پس جب بھی ایسا خیال پیدا ہوگا یہ روایت ان کے خیال کو باطل کر دے گی اور پھر اس کی مزید تائید اس طرح ہو جائے گی کہ حدیثوں میں لکھا ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بھی صحابہ اپنے بچوں کو لاتے تھے۔ اسی طرح اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ

جب کوئی کام ہو تو اپنا ہاتھ چُھڑا کر کام میں مشغول ہو جانا چاہئے کیونکہ اس میں یہ ذکر ہے کہ جب اس بچے نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور تھوڑی دیر تک پکڑے رکھا تو آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ کر الگ کر لیا۔ آج یہ بات معمولی دکھائی دیتی ہے لیکن ممکن ہے کسی زمانہ میں لوگ سمجھنے لگ جائیں کہ بزرگ وہ ہوتا ہے جس کا ہاتھ اگر کوئی پکڑے تو پھر وہ چُھڑائے نہیں بلکہ جب تک دوسرا اپنے ہاتھ میں اس کا ہاتھ لئے رکھے وہ خاموش کھڑا رہے۔ ایسے زمانہ میں یہ روایت لوگوں کے خیالات کی تردید کرسکتی ہے اور بتا سکتی ہے کہ یہ لغو کام ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنا ہاتھ کھینچ لیا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی کام کرنا ہو تو محبت سے دوسرے کا ہاتھ الگ کر دینا چاہئے تو اس قسم کے کئی مسائل ہیں جو ان روایات سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ آج ہم ان باتوں کی اہمیت نہیں سمجھتے مگر جب احمدی فقہ، احمدی تصوف اور احمدی فلسفہ بنے گا تو اُس وقت یہ معمولی نظر آنے والی باتیں اہم حوالے قرار پائیں گی اور بڑے بڑے فلسفی جب ان واقعات کو پڑھیں گے تو کُود پڑیں گے اور کہیں گے خدا اِس روایت کو بیان کرنے والے کو جزائے خیر دے کہ اس نے ہماری ایک پیچیدہ گُتھی سُلجھا دی۔ یہ ایسا ہی واقعہ ہے جیسے اب ہم حدیثوں میں پڑھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ سجدہ میں گئے تو حضرت حسنؓ جو اُس وقت چھوٹے بچے تھے آپ کی گردن پر لاتیں لٹکا کر بیٹھ گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت تک سر نہ اُٹھایا جب تک کہ وہ خود بخود الگ نہ ہو گئے۔[۴] اب اگر کوئی اس قسم کی حرکت کرے تو ممکن ہے بعض لوگ اُسے بے دین قرار دے دیں اور کہیں کہ اسے خدا کی عبادت کا خیال نہیں اپنے بچے کے احساسات کا خیال ہے؟ مگر ایسا شخص جب بھی یہ واقعہ پڑھے گا اُسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس کا خیال غلط ہے اور وہ چُپ کر جائے گا۔ گو ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو پھر بھی خاموش نہ رہ سکیں۔ چنانچہ ایک پٹھان کے متعلق کہتے ہیں کہ اُس نے قدوری میں یہ پڑھا کہ حرکتِ صغیرہ سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ حدیث پڑھنے لگا تو اس میں ایک حدیث یہ آ گئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ جب نماز پڑھی تو اپنے ایک بچہ کو اُٹھا لیا۔ جب رکوع اور سجدہ میں جاتے تو اُسے اُتار دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو پھر اُٹھا لیتے۔[۵] وہ یہ حدیث پڑھتے ہی کہنے لگا خوہ! محمد صاحب کا نماز ٹوٹ گیا۔ قدوری میں لکھا ہے کہ حرکتِ صغیرہ سے نماز ٹوٹ جاتا ہے۔ گویا شریعت بنانے والا کنز یا قدوری کا مصنّف تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں تھے تو ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو باوجود واضح مسئلہ کے اُسے ماننے سے انکار کر دیں مگر ایسے لوگ بہت کم ہوتے

ہیں۔ پس اس بات کی ہرگز پروانہیں کرنی چاہئے کہ تمہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جس بات کا علم ہے وہ چھوٹی سی ہے بلکہ خواہ کس قدر چھوٹی بات ہو بتا دینی چاہئے۔ خواہ اتنی ہی بات ہو کہ میں نے دیکھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام چلتے چلتے گھاس پر بیٹھ گئے کیونکہ ان باتوں سے بھی بعد میں اہم نتائج اخذ کئے جائیں گے۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ بعض دوستوں سمیت باغ میں گئے اور آپ نے فرمایا آؤ بے دانہ کھائیں۔ چنانچہ بعض دوستوں نے چادر بچھائی اور آپ نے درخت جھڑوائے اور پھر سب ایک جگہ بیٹھ گئے اور انہوں نے بے دانہ کھایا۔ اب کئی لوگ بعد میں ایسے آئیں گے جو کہیں گے کہ نیکی اور تصوف یہی ہے کہ طیب چیزیں نہ کھائی جائیں۔ ایسے آدمیوں کو ہم بتا سکتے ہیں کہ تمہاری یہ بات بالکل غلط ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو بے دانہ جھڑوا کر کھایا تھا۔ یا بعد میں جب بڑے بڑے متکبر حاکم آئیں گے اور وہ دوسروں کے ساتھ اکٹھے بیٹھ کر کچھ کھانے میں ہتک محسوس کریں گے تو ان کے سامنے ہم یہ پیش کر سکیں گے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو بے تکلّفی کے ساتھ اپنے دوستوں سے مل کر کھایا پیا کرتے تھے تم کون ہو جو اس میں اپنی ہتک محسوس کرتے ہو۔ تو بعض باتیں گو چھوٹی ہوتی ہیں مگر ان سے آئندہ زمانوں میں بڑے اہم مذہبی سیاسی اور تمدنی مسائل حل ہوتے ہیں۔

پس جن دوستوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکل دیکھنے یا آپ کی صحبت میں بیٹھنے کا موقع ملا ہو انہیں چاہئے کہ وہ ہر بات خواہ چھوٹی ہو یا بڑی، لکھ کر محفوظ کر دیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص ایسا ہے جسے محض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لباس کی طرز یاد ہے تو وہ بھی لکھ کر بھیج دے اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ اگر آئندہ کسی زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں جو کہیں کہ ننگے سر رہنا چاہئے تو ان کے خیالات کا ازالہ ہو سکے اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں موجود ہیں اور آپ ہی شارع نبی ہیں مگر اس میں بھی کوئی شُبہ نہیں کہ قریب کے مأمور کی باتیں شارع نبی کی باتوں کی مُصدّق سمجھی جاتی ہیں۔ آجکل یہ کہا جاتا ہے کہ جن فقہ کی باتوں پر امام ابوحنیفہ نے عمل کیا ہے وہ زیادہ صحیح ہیں۔ اسی طرح آئندہ زمانہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جن حدیثوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے عمل سے سچا قرار دیا ہے اُنہی کو لوگ سچی حدیثیں سمجھیں گے اور جن حدیثوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وضعی قرار دیا ہے ان حدیثوں کو لوگ بھی جھوٹا سمجھیں گے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ باتیں بھی ایسی ہی اہم ہیں جیسے حدیثیں کیونکہ یہ باتیں حدیثوں کا صِدق یا کذب معلوم کرنے کا ایک معیار

ہونگی۔ پس چھوٹی سے چھوٹی روایت بھی اگر کسی دوست کو معلوم ہو تو وہ اُسے بتانی چاہئے۔ اسی طرح مرکزی محکمہ کو اِس بات کا انتظام کرنا چاہئے کہ وہ یہ معلوم کرے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کہاں کہاں ہیں اور ان سے چھوٹی سے چھوٹی بات جمع کی جائے۔ ان روایات میں بے شک بعض ایسی باتیں بھی ہوسکتی ہیں جنہیں موجودہ وقت میں شائع کرنا مناسب نہ ہو مگر انہیں بھی بہرحال محفوظ کر لیا جائے اور بعد میں جب مناسب موقع ہو انہیں شائع کر دیا جائے۔ مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ الہام ہوا تھا کہ:۔

سلطنتِ برطانیہ تا ہشت سال
بعد ازاں ایامِ ضُعف و اختلال[۶]

مگر یہ الہام اُس وقت شائع نہ کیا گیا بلکہ ایک عرصہ کے بعد شائع کیا گیا۔ ایسے واقعات کو ریکارڈ میں لے آیا جائے مگر شائع اُس وقت کیا جائے جب خطرے کا وقت گذر جائے۔ پس صحابہ کو چاہئے کہ وہ اِس قسم کے تمام واقعات اور حالات لکھ کر بھیج دیں یا اِس موضوع پر لیکچر کر کے دوسروں کو حالات بتا دیں مَیں سمجھتا ہوں اب بھی وقت ہے کہ اِس کام کو مکمل کیا جائے۔ جو دوست اس کام میں حصہ لے سکیں انہیں اس ثواب سے محروم نہیں رہنا چاہئے اور جیسا کہ بتایا ہے دوست اس میں اس طرح شامل ہو سکتے ہیں کہ:۔

(۱) مرکزی محکمہ اس بات کا انتظام کرے۔

(۲) صحابہ، ناظر تعلیم کو حالات لکھ کر بھجوا دیں یا یہاں اپنے حالات پر لیکچر دیں۔

(۳) تیسرے وہ دوست جو صحابی نہیں اُن صحابہ جن کو لکھنا نہیں آتا یا جن کو فُرصت نہیں سے پوچھ پوچھ کر اور کُرید کُرید کر حالات دریافت کریں اور خود وہ حالات لکھ کر مرکز میں بھجوا دیں۔ مثلاً یہ کہ آپ کا کھانا کیسا تھا؟ آپ کا پینا کیسا تھا؟ آپ کا لباس کیسا تھا؟ آپ کی گفتگو کیسی تھی؟ آپ کا چلنا کیسا تھا؟ غرض یہ تمام باتیں ان سے پوچھ پوچھ کر خود لکھتے جائیں اور یہاں بھجواتے جائیں اس طرح وہ بھی راوی بن جائیں گے اور انہیں بہت کچھ ثواب حاصل ہوگا۔ امام بخاری کی آج دنیا میں کتنی بڑی عزت ہے مگر یہ عزت اسی لئے ہے کہ انہوں نے دوسروں سے روایات جمع کیں۔ پس جو صحابہ اَن پڑھ ہیں یا جنہیں فُرصت نہیں اُن سے مل کر اور دریافت کر کے اگر تم حالات لکھتے چلے جاؤ تو کسی زمانہ میں تمہاری بھی ایسی ہی عزت و عظمت ہونے لگ جائے گی جس طرح آج ثعبان ثوری وغیرہ کی ہوتی ہے اور لوگ تم پر درود اور سلام بھیجیں گے

اور کہیں گے اللہ تعالیٰ فلاں کو جزائے خیر دے کہ اس نے اتنی قیمتی بات ہم تک پہنچا دی۔

میں نے دیکھا ہے کہ قدرتی طور پر ایسے مواقع پر از خود دعا کیلئے جوش پیدا ہوتا ہے۔ کل ہی کلیدِ قرآن سے میں ایک حوالہ نکالنے لگا تو مجھے خیال پیدا ہوا کہ یہ آیت دیر سے ملے گی مگر اس کلیدِ قرآن سے مجھے فوراً آیت مل گئی۔ اس پر میں نے دیکھا کہ دو تین منٹ نہایت خلوص سے مَیں اس کے مرتب کیلئے دعا کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ اس کے مدارج بلند کرے کہ اُس کی محنت کی وجہ سے آج مجھے یہ آیت اتنی جلدی مل گئی۔ تو اب اگر لوگوں کیلئے صحابی بننے کا موقع نہیں تو کم از کم وہ تابعی ہی بن جائیں تا آئندہ جب لوگ ان کی روایات پڑھیں تو کہیں اللہ تعالیٰ فلاں پر رحم کرے کہ اس نے ہمارے لئے ان باتوں کو محفوظ کر دیا۔

(۴) اور جو اتنا کام بھی نہ کر سکتے ہوں وہ کم از کم یہ کریں کہ جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کبھی بھی صحبت اُٹھائی ہو اُن صحابہ کے پتوں سے دفتر کو اطلاع دے دیں۔ اگر انہیں علم ہو کہ فلاں شخص صحابی ہے اور وہ ابھی فلاں جگہ زندہ موجود ہے ہمیں اطلاع دے دیں اور لکھ دیں کہ ہم تو سُست ہیں اور اُس کے پاس پہنچ کر حالات جمع کرنے سے قاصر، آپ اگر چاہیں تو اُن سے حالات پوچھ لیویں اس پر ہم خود اُن سے حالات دریافت کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی مرکزی دفتر کو بھی یہ کوشش کرنی چاہئے کہ جو حالات اور واقعات اس کے پاس جمع ہوں وہ ضائع نہ ہوں ان کی حفاظت کا خاص انتظام ہو۔ پچھلے سالوں میں یہاں ذکرِ حبیب پر جلسے ہوتے رہے ہیں مگر ان جلسوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو حالات بیان کئے گئے ہیں غالباً وہ بھی محفوظ نہیں۔ ہمارا ہر سال تین لاکھ کا بجٹ تیار ہوتا ہے مگر تالیف وتصنیف کا محکمہ اس میں پندرہ روپیہ کا کلرک نہیں رکھ سکتا جس کا کام محض یہ ہو کہ وہ ان واقعات کو محفوظ رکھے اور جیسے پُرانے زمانہ میں کتابوں کی نقلیں کی جایا کرتی تھیں اسی طرح تمام واقعات کی پانچ سات نقلیں کر کے ہر نسخہ ایک ایک دفتر میں محفوظ کر دیا جائے اور پھر ایسے واقعات کو ساتھ ساتھ اخبارات میں بھی شائع کرانے کی کوشش کی جائے تا کہ جلد سے جلد یہ ریکارڈ میں آ جائیں اور ایک ایک واقعہ کی ہزاروں کاپیاں ہو جائیں کوئی ایک اخبار یا رسالہ اس کے لئے مخصوص نہ کیا جائے۔

ایک بات میں تحریک جدید کے متعلق کہنا چاہتا ہوں اب تحریک جدید کا دوسرا دَور شروع ہے اور میں اس تحریک کے ابتدا سے ہی دوستوں کو یہ کہتا چلا آیا ہوں کہ مذہبی سلسلوں میں کوئی قربانی

ایسی نہیں ہوسکتی جس کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ فلاں وقت رُک جائے گی۔ مؤمن کی قربانی اُس کی موت تک چلتی ہے۔ اس عرصہ میں قربانیوں کی شکل بے شک بدل سکتی ہے مگر قربانیوں کا سلسلہ بند نہیں ہوسکتا۔ تم اس کا نام تحریک جدید نہ سہی کوئی اور نام لکھ لو مگر بہر حال تمہیں کبھی جانی کبھی مالی اور کبھی وقتی قربانیاں ہمیشہ کرنی پڑیں گی۔ پس یہ اَمر جماعت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ قربانیوں کا مطالبہ موت تک ہے۔ اس عرصہ میں شکلیں بدل سکتی ہیں مگر یہ مطالبہ نہیں بدل سکتا کیونکہ قربانی کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم روٹی نہ کھائیں اور پھر بھی زندہ رہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم دو مہینے روٹی کھاتے رہیں اور دو مہینے کھانا کھانا بند کر دیں اور فاقہ کرنے لگیں۔ ہم جب بھی فاقہ کریں گے اور کھانے کا سلسلہ بند کر دیں گے جو پہلے کھانا کھایا ہوا ہوگا وہ بھی ضائع ہو جائے گا اور ہم کمزور ہونے شروع ہو جائیں گے۔ اس کے مقابلہ میں جتنا زیادہ اعلیٰ کھانا کھائیں گے اُتنی ہی زیادہ طاقت ہمارے اندر پیدا ہوگی سعدیؔ اسی امر کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔

تنورِ شِکم دمبدم تافتن
مصیبت بود روزِ نایافتن

جب دنیا میں انسان بغیر غذاء کے نہیں جی سکتا تو کس طرح ممکن ہے کہ روحانی لحاظ سے وہ بغیر غذاء کے جی سکے اور روحانی دنیا میں ایک مؤمن کی غذاء صرف قربانی ہے۔ ہماری نمازیں ہماری روحانی غذاء ہیں۔ ہمارے روزے ہماری روحانی غذاء ہیں، ہمارے حج ہماری روحانی غذاء ہیں، ہماری زکوٰتیں ہماری روحانی غذاء ہیں، ہماری تبلیغیں ہماری روحانی غذاء ہیں اور جب بھی کسی کی یہ روحانی غذاء کم ہو ساتھ ہی اس میں ضُعف کے آثار پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور پھر ضُعف کے بعد موت واقع ہو جاتی ہے۔ پس اچھی طرح سمجھ لو کہ قربانیاں جماعت کے لئے لازمی ہیں اور ہمیشہ کیلئے ہیں۔

ایک افسر نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ جب انہوں نے کارکنوں سے دریافت کیا کہ کیا تم نے اپنی جماعت کے دوستوں کو یہ تحریک پہنچا دی تھی تو انہوں نے کہا ہمیں تو توفیق نہیں تھی اس لئے ہم نے اس میں حصہ نہیں لیا اَور کسی اور کو کہنے کی کیا ضرورت ہے یہ تحریک تو ہر شخص کے کانوں تک پہنچ چکی ہے۔ یہ ایک سخت کمزوری کی علامت ہے جو اُن کے کارکنوں سے ظاہر ہوئی اور میں سمجھتا ہوں یہ محض اس شرمندگی اور ندامت کو مٹانے کا بہانہ ہے جو انہیں اس وجہ سے ہوتی ہے کہ

انہوں نے خود اس تحریک میں کیوں حصہ نہیں لیا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب ہم کسی کو کہیں کہ اس تحریک میں حصہ لو تو وہ دریافت کرے گا کہ آپ نے کیا دیا۔ اور چونکہ ہم نے کچھ دیا نہیں اِس لئے اِس شرمندگی کا یہی علاج ہے کہ کسی کو تحریک نہ کرو۔ حالانکہ جب کوئی عُہدہ دار مقرر ہوتا ہے تو اُس کا فرض ہوتا ہے کہ ہر تحریک خواہ وہ اس میں خود حصہ لیتا ہے یا نہیں دوسروں تک پہنچا دے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دوسروں کو تحریک نہ کر کے وہ خدا تعالیٰ کے حضور گنہگار بنتے ہیں۔ اگر وہ واقعہ میں معذور ہیں اور اس تحریک میں حصہ نہیں لے سکتے تو انہیں دعائیں کرنی چاہئیں اور کم سے کم نیکی کا جو حصہ انہیں دوسروں کو تحریک کر کے مل سکتا ہے اس سے محروم نہیں رہنا چاہئے۔ اس کے ساتھ ہی میں اُن لوگوں کو بھی جنہوں نے گزشتہ سال یا گزشتہ سے پیوستہ سالوں میں وعدہ کیا تھا مگر ابھی تک اپنے وعدہ کی رقوم ادا نہیں کیں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ یا تو اپنے وعدہ کو پورا کریں اور یا مجھ سے معافی لے لیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا [5] کہ ہر وہ عہد جو تم کرتے ہو اس کے متعلق تم سے سوال کیا جائے گا کہ تم نے اسے کہاں تک پورا کیا۔ پس وعدہ کرنے والے دوست یا تو اپنے وعدوں کو پورا کریں اور یا پھر مجھ سے معافی لے لیں۔ مگر بعض لوگ نہ رقم ادا کرتے ہیں اور نہ معافی لیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں اگر انہوں نے معافی کی درخواست کی تو میں تحقیقات کراؤں گا کہ آیا وہ قابلِ معافی ہیں یا نہیں۔ میں اس قسم کے شکوک کے ازالہ کے لئے کہہ دینا چاہتا ہوں کہ جب بھی کسی دوست کی طرف سے معافی کی درخواست آتی ہے فوراً اُس کا نام رجسٹر سے کٹوا دیا جاتا ہے اور کوئی تحقیقات نہیں کی جاتی۔ پس دوستوں کو تسلی رکھنی چاہئے کہ ان کے متعلق ہرگز جماعتوں سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ آیا وہ قابلِ معافی ہیں یا نہیں، بلکہ محض ان کی طرف سے اطلاع آنے پر انہیں معاف کر دیا جائے گا اور خدا کے حضور وہ گنہگار ہونے سے بچ جائیں گے۔ اور اگر وہ معافی نہیں لینا چاہتے اور نیت رکھتے ہیں کہ ادا کر دیں گے مگر ابھی انہیں طاقت نہیں تو وہ مُہلت لے لیں۔ غرض دوست گزشتہ سالوں کے وعدوں کی رقوم یا تو ادا کر دیں یا معاف کرا لیں اور یا پھر ان کی ادائیگی کیلئے مُہلت لے لیں۔

اِس وقت تحریک جدید کے امانت فنڈ کی طرف بھی مَیں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ یہ ایک نہایت ضروری مد ہے اور جن دوستوں نے ابھی تک اس میں حصہ نہیں لیا انہیں چاہئے کہ اس میں شامل ہو جائیں اپنی آمد کا ایک حصہ پس انداز کرنا ایسا ضروری ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی یہ طبیعت دیکھ کر کہ آپ کو جو کچھ ملتا ہے خرچ کر دیتے ہیں، اُس

زمانہ میں جب آپ جموں میں ملازم تھے آپ کو لکھا کہ اپنی آمد کا چوتھا حصہ جمع کرتے جائیں۔ پس ہر شخص کے پاس کچھ نہ کچھ روپیہ جمع ہونا چاہئے کیونکہ ایسے کئی مواقع پیش آتے ہیں جب کہ روپیہ کی سخت ضرورت ہوتی ہے اور اگر روپیہ پاس نہ ہو تو کئی قسم کے خطرات لاحق ہو جاتے ہیں۔ پس دوستوں کو چاہئے کہ تحریکِ جدید کے امانت فنڈ میں حصہ لیں۔ اس فنڈ میں روپیہ جمع کرانے کی وجہ سے کئی دوست ہمارے بے حد ممنون ہوئے ہیں کیونکہ اس عرصہ میں اچانک اُنہیں بعض سخت مشکلات پیش آ گئیں اور انہوں نے ہمیں لکھا کہ اگر آج ہمیں روپیہ نہ ملا تو ہماری تباہی میں کوئی شُبہ نہیں۔ چنانچہ گو امانت فنڈ کیلئے تین سال کی شرط تھی مگر جب ہمیں معلوم ہوا کہ اُنہیں حقیقی ضرورت درپیش ہے تو ہم نے ان کا روپیہ فوراً ادا کر دیا اور اس طرح وہ بڑی بڑی مصیبتوں سے بچ گئے۔ پس دوستوں کو اس فنڈ کی طرف توجہ کرنی چاہئے اور جو دوست ماہوار کچھ روپیہ جمع کرا سکتے ہوں انہیں بالالتزام روپیہ جمع کراتے رہنا چاہئے تاکہ ضرورت پر ان کے کام آ سکے۔

مصری صاحب نے میرے خلاف جو فتنہ اُٹھایا ہے، اس کے تفصیلی حالات اخبارات میں آ چکے ہیں میں ان حالات کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ میں صرف ان کے ایک اشتہار کے بارہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں جو انہوں نے آج ہی یعنی ۲۷۔ دسمبر ۱۹۳۷ء کو شائع کیا ہے اور جس میں انہوں نے اپنا پُرانا مطالبہ پھر دُہرایا ہے کہ ایک کمیشن مقرر کیا جائے جو تمام الزامات کی تحقیق کرے۔

یہ امر ہر معقول آدمی آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ جب کسی معاملہ کے تصفیہ کی طرف توجہ کی جائے تو ہمیشہ وہ طریق اختیار کرنا چاہئے جس سے زیادہ سے زیادہ جھگڑے کا فیصلہ کم سے کم وقت میں ہو جائے۔ اُس طریق کو اختیار کرنا عقلمندی ہی نہیں ہوتا جس پر بار بار اعتراضات ہو سکتے ہوں۔ مثلاً اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے متعلق بحث ہو اور لوگ ہمیں یہ کہیں کہ آؤ ہم اس پر بحث کریں کہ حضرت مرزا صاحب کافر تھے یا مسلمان؟ تو ہم کہیں گے کہ اس کا کیا فائدہ؟ فرض کرو ہم بحث کرتے ہیں اور یہ امر ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب مسلمان تھے تو تم کہو گے یہ تو ثابت ہو گیا کہ آپ مسلمان تھے اب یہ ثابت کرو کہ وہ بزرگ بھی تھے۔ پھر بزرگی پر بحث شروع ہو جائے گی اور جب اس کو بھی ثابت کر دیا جائے گا تو تم کہو گے یہ تو مانا کہ آپ بزرگ تھے مگر اس امر کا کیا ثبوت ہے کہ آپ پر وحی بھی نازل ہوتی تھی۔ اس کے بعد اس امر پر بحث کرنا پڑے گی کہ آپ پر وحی نازل ہوا کرتی تھی اور جب یہ بھی ثابت ہو جائے تو تم کہو

گے کہ یہ تو مان لیا کہ آپ پر وحی نازل ہوتی تھی مگر یہ کس طرح ثابت ہوگیا کہ یہ نبیوں والی وحی ہے اولیاء والی وحی نہیں یا یہ ایسی وحی ہے جس کی اطاعت بھی ضروری ہے۔ اور جب اس کو بھی ثابت کر دیا جائے تو تم کہو گے کہ تمام باتیں تو مان لیں مگر ابھی یہ فیصلہ کرنا باقی ہے کہ آپ ہی مسیح موعود ہیں اور آپ پر تمام علامتیں چسپاں ہوتی ہیں۔ غرض اس طرح اگر بحث کی جائے تو یہ طریق کبھی ختم نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی فیصلہ ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر اس امر پر بحث کی جاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مأمور تھے یا نہیں اور یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ آپ مأمور تھے تو پھر تمام باتوں کا تصفیہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ کوئی ایسا مأمور نہیں ہوسکتا جس کا منکر کافر نہ ہو، کوئی ایسا مأمور نہیں ہوسکتا جو بزرگ نہ ہو۔ کوئی ایسا مأمور نہیں ہوسکتا جس پر وحی نازل نہ ہو اور کوئی ایسا مأمور نہیں ہوسکتا جس کی وحی کو ماننا ضروری نہ ہو۔ غرض جب ہم اس پر بحث کرلیں گے تو تمام باتوں کا خود بخود فیصلہ ہو جائے گا۔ میں نے بھی مصری صاحب کے سامنے یہی طریق پیش کیا تھا اور کہا تھا کہ آپ مجھ پر الزامات لگاتے ہیں تو ان سے آپ کی صرف ایک ہی غرض ہے اور وہ یہ کہ میں خلافت کا اہل نہیں۔ مگر جب مَیں یہ اعلان کر چکا ہوں کہ:۔

"میں اسی قادر و توانا خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ باوجود ایک سخت کمزور انسان ہونے کے مجھے خدا تعالیٰ نے ہی خلیفہ بنایا ہے...... اگر میں اس بیان میں جھوٹا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو۔"[8]

تو اس قَسم کے بعد اللہ تعالیٰ کی وہ تائیدات اور نصرتیں جو میرے شاملِ حال ہیں ثابت کرتی ہیں کہ ان کے تمام اعتراضات بے بنیاد ہیں اور میں خدا تعالیٰ کا قائم کردہ خلیفہ ہوں۔ اور یا پھر یہ ماننا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ کو خلافت کے متعلق کم غیرت ہے مگر مصری صاحب کو زیادہ ہے۔ خدا تو کہتا ہے کہ اگر یہ خلیفہ ہے تو کوئی حرج نہیں مگر مصری صاحب کہتے ہیں کہ اس سے بہت بڑا فساد لازم آتا ہے۔ پھر اگر کمیشن تسلیم بھی کرلیا جائے تو سوال یہ ہے کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ الف اُٹھے اور کہے کہ میرا فلاں اعتراض ہے اس کی تحقیق کے لئے کمیشن بیٹھنا چاہئے۔ اور جب کمیشن اس کے اعتراض کو ردّ کر دے تو ب کھڑا ہو جائے اور کہے کہ الف نے بڑی بیوقوفی کی اصل اعتراض تو یہ ہے اور جب اس کا اعتراض بھی ردّ ہو جائے تو ج کہے کہ میرا ایک اہم اعتراض ہے اور وہ پہلے دونوں اعتراضات سے زیادہ وزنی ہے، اس کی تحقیق کیلئے ایک اور کمیشن بیٹھنا چاہئے۔ مگر کیا اس

طریق سے کبھی بھی فیصلہ ہوسکتا ہے؟ لیکن اگر یہ فیصلہ ہو جائے کہ میں خدا تعالیٰ کا قائم کردہ خلیفہ ہوں تو پھر تمام اعتراضات کا ردّ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ میں قسم کھا کر یہ کہہ چکا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ نے ہی خلیفہ بنایا ہے اور نہ ایک دفعہ بلکہ مَیں ہزاروں دفعہ قسم کھانے کیلئے تیار ہوں اس کے بعد بھی اگر خدا تعالیٰ میری ہی تائید اور نصرت کرتا ہے اور مصری صاحب کی تائید نہیں کرتا تو وہ خدا سے جا کر لڑیں۔ کیا وہ خدا تعالیٰ کو غیور نہیں سمجھتے اور کیا ان کا یہ خیال ہے کہ منصبِ خلافت کے متعلق ان کے دل میں زیادہ غیرت ہے مگر خدا کو غیرت نہیں۔ پس میں نے ان کے سامنے وہ طریق پیش کر دیا تھا جس کے ماتحت تمام اعتراضات کا خود بخود تصفیہ ہو جاتا ہے آخر وہ خلافت کے متعلق ہی فیصلہ کروانا چاہتے ہیں۔ مگر جب اس فیصلہ کا آسان طریق میں نے پیش کر دیا اور اس پر عمل کر کے بھی بتا دیا تو اس کے بعد ان کا اپنے اعتراضات پیش کرنا کیا یہ معنی نہیں رکھتا کہ وہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ سے بھی زیادہ غیرت مند سمجھتے ہیں۔

یہ بات کون نہیں جانتا کہ اعتراضات کا ایسا لامتناہی سلسلہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے پر بھی ہزاروں اعتراضات کئے جاتے ہیں مگر جب یہ ثابت کر دیا جائے کہ آپ وہی مسیح موعود ہیں جن کی رسول کریم ﷺ نے بشارت دی تھی تو تمام اعتراضات کا خود بخود حل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب میں نے ثابت کر دیا کہ میں خدا تعالیٰ کا قائم کردہ خلیفہ ہوں تو ان کے وہ تمام اعتراضات بھی باطل ہو گئے جو وہ مجھ پر کرتے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ اس کا انہوں نے خود بھی فیصلہ کیا ہؤا ہے چنانچہ انہوں نے مجھے اپنے خط میں لکھا تھا کہ آپ اپنے آپ کو قرآن کریم کا عارف سمجھتے ہیں اس لئے شاید بعض آیتیں آپ کو ایسی بھی معلوم ہوں جن کے ماتحت اس قسم کے افعال جائز ہوں، پس آپ وہ آیتیں مجھے بھی بتا دیں۔ گویا ان کے نزدیک اس قسم کے افعال کا ارتکاب اگر انسان کرے تو وہ قرآن مجید کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ پھر اگر ان میں ذرا بھی عقل ہوتی تو وہ سمجھتے کہ جب خدا اس کی تائید کر رہا ہے اور وہ اس کے افعال کو دیکھتے ہوئے اس پر اپنی رحمتوں کی بارش برسا رہا ہے تو بہر حال اس میں خدا کا نہیں بلکہ میری سمجھ کا ہی قصور ہوگا اور بہر حال جسے خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے اس کا مقابلہ کر کے میں ہی نقصان اُٹھاؤں گا۔ دیکھو یہ کتنا واضح امر ہے کہ میں نے قَسم کھا کر کہہ دیا کہ میں خدا تعالیٰ کا بنایا ہؤا خلیفہ ہوں۔ اگر میں اس میں جھوٹ سے کام لے رہا ہوں تو خدا تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو۔ مگر مصری صاحب ہیں کہ انہیں اس قَسم کے بعد بھی یقین نہیں آتا۔

حضرت مسیح ناصریؑ کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ ایک شخص کو چوری کرتے دیکھا تو اُسے کہا دیکھ چوری مت کر۔ وہ کہنے لگا خدا کی قسم! میں چوری نہیں کر رہا۔ حضرت مسیحؑ نے فرمایا میں نے اپنی آنکھوں کو جُھٹلایا مگر تیری قسم کو سچا سمجھ لیا۔[9] یہ خدا کے ایک نبی کا نمونہ ہے۔ اور ایک نمونہ مصری صاحب کا ہے کہ میں نے مؤکد بعذاب قسم کھائی اور انہیں پھر بھی اعتبار نہیں آیا۔

مصری صاحب جب جماعت سے علیحدہ ہوئے تو ایک دوست نے افریقہ سے مجھے لکھا کہ مجھے سخت گھبراہٹ ہے جب اتنے بڑے بڑے آدمیوں کا ایمان ضائع ہو گیا تو ہمارا ایمان کیا حقیقت رکھتا ہے۔ میں نے انہیں لکھوایا کہ بڑائی کا فیصلہ کرنا خدا کا کام ہے آپ کا نہیں۔ جب خدا نے اپنے عمل سے انہیں جماعت سے الگ کر دیا ہے اور آپ کو اُس نے رکھا ہے تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ چھوٹے تھے اور آپ بڑے ہیں۔ پس اس شبہ کو اپنے دل سے نکال دیں کہ آپ کا ایمان کمزور ہے یہ اپنے نفس پر بدظنی ہے۔ خدا تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ آپ بڑے ہیں پس بجائے گھبرانے اور تشویش کا اظہار کرنے کے آپ کو چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ کریں اور کہیں کہ اے خدا! تیرا شکر ہے کہ اس امتحان میں تو نے ہم کو عزت دی اور ہمیں ایمان کے لحاظ سے بڑا ثابت کیا۔

پھر ہمارے لئے یہ امر کس قدر موجب ازدیادِ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت ان فتنوں کی ہمیں خبر دے رکھی تھی چنانچہ ۱۹۱۵ء میں جب مصری صاحب کے آئندہ حالات کا کسی کو وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا اور یہ مصر سے واپس آئے تھے' اُس وقت مجھے ایک رؤیا ہوا جس میں مجھے بتایا گیا کہ شیخ صاحب کا خیال رکھنا یہ مرتد ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس رؤیا کی بناء پر میں نے صدر انجمن احمدیہ کو توجہ دلائی کہ ان کا خاص خیال رکھا جائے۔ چنانچہ اس خواب کے گواہ بھی موجود ہیں جن میں سے ایک مولوی سید سرور شاہ صاب ہیں۔ مولوی سید سرور شاہ صاحب کے متعلق بِالعموم یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ چونکہ صدر انجمن احمدیہ کے رُکن ہیں اس لئے اس قسم کی گواہی دے دیتے ہیں حالانکہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ آپ نے جو صحابہ تیار کئے وہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ جھوٹ بولنے والے ہیں۔ پھر مولوی سید سرور شاہ صاحب کی اکیلی گواہی نہیں کہ اسے قابل قبول نہ سمجھا جائے بلکہ اور بعض دوست بھی میرے اس رؤیا کے گواہ ہیں۔ چنانچہ جب اِس فتنہ کے خلاف جماعتوں نے ریزولیوشن (RESOLUTION) پاس کر کے میرے پاس بھیجے تو ان میں سے ایک

ریزولیوشن اُڑیسہ کی جماعت کا بھی تھا اور اس میں ایک دوست کی تقریر اس طرح درج تھی کہ شیخ صاحب کا ابتلاء بھی ہمارے ایمانوں کو بڑھانے والا ہے کیونکہ خلیفۃ المسیح نے ان کے متعلق یہ خواب دیکھا تھا کہ وہ مرتد ہو جائیں گے۔ میں نے جب یہ تقریر پڑھی تو فوراً اس جماعت کو خط لکھوایا کہ ان صاحب نے میری یہ خواب کہاں سے سُنی اس کا جواب وہاں سے یہ آیا کہ یہ ۱۹۱۵ء میں قادیان میں تعلیم حاصل کرتے تھے اور انہوں نے خود میرے منہ سے اُس وقت یہ خواب سُنی تھی جب کہ اس کا ذکر میں نے بعض دوسرے دوستوں سے کیا۔ اب دیکھو کتنے سال کے بعد یہ بات پوری ہوئی ہے۔ ۱۹۱۵ء پر بائیس سال گزر چکے ہیں اس عرصہ میں شیخ صاحب میرے دوست رہے ہیں سلسلہ کے اہم عہدوں پر کام کرتے رہے ہیں اور انگلستان کے سفر میں بھی میرے ساتھ رہے ہیں اور اس بات کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ ان پر ایسا ابتلاء آئے گا مگر اس کے پورے بیس سال بعد ۱۹۳۴ء میں ان کے دل میں بیماری پیدا ہوئی اور ۱۹۳۷ء میں ظاہر ہوئی اور اگر وہ غور کریں تو یہی امر میرے اور ان کے درمیان مابہ الامتیاز ہو سکتا ہے۔ آخر وجہ کیا ہے کہ بقول ان کے بزرگ وہ ہیں، سلسلہ کا کام کرنے والے وہ ہیں، احمدیت کے حقیقی خادم وہ ہیں اور ان کے ارتداد کی خدا نے مجھے خبر دی انہیں خبر نہ دی۔ پھر عجیب بات یہ ہے کہ ان کے ایمان کی خرابی کی تو خدا نے مجھے اطلاع دے دی مگر میرے ایمان کے خراب ہونے کی انہیں کوئی اطلاع نہ ملی حالانکہ خدا تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والا مَیں تھا اور وہ احمدیت کی صحیح رنگ میں خدمت کرنے والے تھے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے جرمن کا بادشاہ آسٹریا سے جنگ کرنے کا ارادہ کرے اور آسٹریا کے کمانڈر کو اپنے اس ارادہ سے اطلاع دے دے مگر اپنے کمانڈر کو کوئی اطلاع نہ دے۔ کیا کسی معمولی عقل وفہم رکھنے والے انسان کے دماغ میں بھی یہ بات آ سکتی ہے کہ جسے خدا تعالیٰ نے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مصری صاحب کے ذریعہ تباہ کرنا تھا اُسے تو تمام باتوں کی اطلاع دے دی مگر اپنے کمانڈر کو کچھ بھی نہ بتایا۔

پھر ۱۹۳۵ء میں مَیں نے رؤیا دیکھی جو سنا دی گئی تھی کہ کوئی شخص میرا اِزار بند کھول کر مجھے ننگا کرنا چاہتا ہے اور وہ بھی اس طرح کہ مخلص بن کر دبانے لگا ہے اور ساتھ ہی شرارتاً اُس نے میرے اِزار بند کو کھولنا چاہا لیکن میں اسے دھتکارتا ہوں اور کہتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے عبدالقادر بنایا ہے تم اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ یہ رؤیا بھی جس وقت میں نے بیان کی اس وقت اِس فتنے کی کوئی بات ظاہر نہیں تھی۔ پھر آٹھ نو سال ہوئے مَیں نے رؤیا دیکھی کہ

مصری صاحب پر کوئی ابتلاء آیا ہے اور ان کے دل میں بہت سے شکوک پیدا ہو گئے ہیں اور بعض دفعہ انہیں یہ بھی خیال آتا ہے کہ وہ قادیان سے چلے جائیں۔ یہ رؤیا بھی اُنہی دنوں انہیں پہنچ گئی تھی چنانچہ ماسٹر غلام حیدر صاحب جو بورڈنگ مدرسہ احمدیہ کے سپرنٹنڈنٹ ہیں انہوں نے بتایا کہ مصری صاحب نے میرے سامنے ذکر کیا تھا کہ میرے دل میں واقع میں ایسے وساوس پیدا ہو گئے تھے اور میں چاہتا تھا کہ قادیان سے چلا جاؤں مگر جب سے میں نے حضرت صاحب کی خواب سنی ہے ان وساوس کو دُور کر کے اپنی اصلاح کر لی ہے۔ پھر تین چار سال ہوئے میں نے ایک خواب دیکھا تھا جو اُن ہی دِنوں اخبار میں شائع ہو گیا جس میں مَیں نے خلافت کے متعلق لوگوں کو لڑتے دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ اس لڑائی میں ایک شخص بھی مر گیا ہے اور بعض زخمی ہوئے ہیں۔ یہ رؤیا بعینہٖ پوری ہوئی کیونکہ خلافت کے متعلق جھگڑا پیدا ہوا۔ میاں فخر الدین صاحب ملتانی اور ایک دو اور آدمی زخمی ہوئے اور میاں فخر الدین صاحب ملتانی بعد میں فوت ہو گئے۔ یہ خبر کوئی شخص اتنے عرصہ قبل بتا سکتا تھا؟ یقیناً یہ اُسی خدا کا فعل تھا جس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ میں نے ان کی ہلاکت کے متعلق بعض پیشگوئیاں کی ہوئی تھیں اس لئے ان پیشگوئیوں کو پورا کرنے کے لئے میں نے میاں فخر الدین صاحب ملتانی کو مَروا دیا۔ میں اس الزام کا جواب اپنے ایک خطبہ میں دے چکا ہوں اور بتا چکا ہوں کہ ان کے اس اعتراض کو سن کر سلسلہ کے بعض معاندین نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ مرزا صاحب نے بھی اسی طرح لیکھرام کے قتل کی پیشگوئی کی تھی اور پھر اپنا آدمی بھیج کر اُسے مروا دیا اور میں سمجھتا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو یہ اعتراض کیا گیا ہے اِس کی ذمہ واری مصری پارٹی پر ہے کیونکہ اس کے اعتراض سے دشمنوں کو تقویت ہوئی اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی مورِدِ الزام قرار دے دیا۔ چنانچہ سابق ڈپٹی کمشنر صاحب نے خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے مرزا صاحب نے بھی اسی طرح لیکھرام کے قتل کی پیشگوئی کی تھی اور پھر اُسے پورا کرنے کیلئے آدمی بھیج کر مروا دیا۔ مجھے جب یہ معلوم ہوا تو میں نے کہا میرے سامنے اگر وہ کہتا تو میں اس کی خبر لیتا۔ میرے سامنے اس نے صرف اتنا ہی کہا تھا کہ مصری صاحب شکایت کرتے ہیں کہ پہلے انہوں نے مستریوں کے متعلق پیشگوئی کی اور ان پر حملہ ہو گیا اب ان کے متعلق پیشگوئی کی تو ان پر حملہ ہو گیا۔ اور یہ خوابیں قبل از وقت اس لئے شائع کر دی جاتی ہیں تا اپنے فعل پر پردہ پڑ سکے اور کہا جا سکے کہ ہم نے تو کچھ نہیں کیا یہ تو خواب پوری ہوئی ہے۔ میں نے

ان سے کہا آپ کو ضلع کے انتظام کی خبر ہے آپ کیا جانتے ہیں کہ پیشگوئی کیا ہوتی ہے اور آپ کا کیا حق ہے کہ جس بات کا آپ کو علم نہیں اُس کے متعلق آپ گفتگو کریں۔ یہ محض آپ کو دھوکا اور فریب دیا گیا ہے۔ اگر میری صرف یہی ایک دو پیشگوئیاں ہوتیں تب تو دھوکا لگ سکتا تھا کہ شاید ان ایک دو پیشگوئیوں کو پورا کرنے کیلئے مَیں نے خود حملہ کروایا ہے مگر میری تو بیسیوں پیشگوئیاں ہیں جو روزِ روشن کی طرح پوری ہوئیں۔ جب گورنمنٹ نے ایک دفعہ یہ اعلان کیا تھا کہ اب پنجاب اور ہندوستان سے طاعون بالکل مٹ گئی ہے تو اُس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ اگلے سال طاعون کا شدید حملہ ہونے والا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی یہ پیشگوئی خطبہ میں بیان کی اور وہ خطبہ الفضل میں چھپ گیا جس کے عین مطابق اگلے سال اتنی سخت طاعون پھیلی اور اس سے اتنی کثیر اموات ہوئیں کہ گورنمنٹ نے تسلیم کیا کہ گزشتہ دس سال کی اموات کی مجموعی تعداد سے بھی اس دفعہ مرنے والوں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ پھر میں نے اپنی بعض اور خوابیں اُسے بتائیں اور کہا کہ کیا یہ سب کچھ میں نے کیا تھا یا خدا نے کیا تھا؟ یہ سن کر اُس نے سر نیچے ڈال دیا اور خاموش ہو گیا۔ میں نے کہا جس چیز کا آپ کو علم نہیں اُس کے متعلق آپ کو یہ ہرگز حق حاصل نہیں کہ اس میں دخل دیں۔ مگر بہرحال ان کے اس پراپیگنڈے کا نتیجہ یہ ہؤا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی اعتراض کرنے والوں نے اعترض کر دیا حالانکہ کسی کے یقینی قتل ہو جانے کی کون شخص خبر دے سکتا ہے۔ یہ تو ممکن ہے کہ کوئی شخص کسی کو قتل کرے اور وہ قتل ہو جائے مگر قبل از وقت ایک خبر دینا اور پھر ویسا ہی وقوع میں آ جانا یہ انسان کے اختیار میں نہیں۔ کیا دنیا میں ہر شخص جو دوسرے پر حملہ کرتا ہے اپنے حملہ میں ضرور کامیاب ہو جاتا ہے لوگ ہزاروں دفعہ حملے کرتے ہیں مگر ناکام رہتے ہیں اور پھر یہ رؤیا تو ہمیں بعد میں یاد آئے۔ میری اپنی یہ حالت تھی کہ جب پہلے دن مجھے اس حملہ کی اطلاع ملی تو میں برابر یہ دعا کرتا رہا کہ یا الٰہی! اب ہمارے آدمی کا قصور اسی طرح معاف ہوسکتا ہے کہ اس کی جان بچ جائے پس تو اسے بچالے مگر الٰہی منشاء کچھ اور تھا اور وہ واقعہ ہو گیا ورنہ میرے تو واہمہ میں بھی یہ قتل نہیں تھا۔ میں صرف یہ سمجھتا تھا کہ کسی اور طرح اللہ تعالیٰ کا ان پر عذاب نازل ہوگا اور یہ ذلیل ہو جائیں گے لیکن کیا دنیا میں روزانہ ایسے واقعات نہیں ہوتے کہ لوگ قتل کیلئے حملے کرتے ہیں مگر ان کے حملے رائیگاں جاتے ہیں اور جن کو قتل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے وہ بچ جاتے ہیں۔ پس قتل کی خبر دینا اور پھر ویسا ہی وقوع میں آ جانا یہ بھی بتاتا ہے کہ اس کے پیچھے خدائی ہاتھ تھا انسانی ہاتھ نہیں تھا ورنہ حملہ ہوتا مگر بے کار چلا جاتا۔

باطنی فرقہ کے لوگ قتل کرنے میں بڑے ماہر تھے مگر صلاح الدین ایوبی کو انہوں نے قتل کرنے کی تین دفعہ کوشش کی اور تینوں دفعہ ناکام ہوئے۔ ایک دفعہ تو اُس نے حملہ آور کی شکل پہچان لی اور کہا کہ اس کی آنکھوں سے خون ٹپک رہا ہے اسے پکڑ لو چنانچہ اُسے پکڑا گیا تو اُس کے پاس سے خنجر نکل آیا۔ دوسری دفعہ کسی اور شخص نے پہچان لیا اور کہا کہ یہ باطنی فرقہ میں سے معلوم ہوتا ہے چنانچہ وہ واقعہ میں اس فرقہ کا آدمی نکلا اور معلوم ہوا کہ وہ قتل کی نیت سے ہی آیا تھا۔ اور تیسری دفعہ وہ نماز پڑھ رہا تھا جب وہ سجدہ میں گیا تو ایک شخص نے خنجر سے حملہ کر دیا مگر اتفاق ایسا ہوا کہ چٹائی کا ایک کونہ اُٹھا ہوا تھا جس سے اُس کا پاؤں رُکا اور اچانک ایک طرف گر گیا اور خنجر بھی زمین پر آ پڑا۔ صلاح الدین نے وہیں اُس کی گردن دبالی اور اُسے گرفتار کر لیا تو قتل کرنا بھی آسان کام نہیں۔ پھر میں اُس خدا کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے یہ کہہ چکا ہوں کہ میں نے کسی کو پٹوانا اور قتل کرانا تو الگ رہا' آج تک سازش سے کسی کو چپیڑ بھی نہیں لگوائی' کسی پر اُنگلی بھی نہیں اُٹھوائی۔ اور اگر میں اس قسم میں جھوٹا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی لعنت مجھ پر اور میری اولاد پر ہو۔ اگر وہ بھی اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو اِس قسم کا مؤکد بعذاب حلف اُٹھالیں پھر اللہ تعالیٰ خود بخود فیصلہ کر دے گا کہ کون حق پر ہے۔ مجھے تو کسی کی جان لینے سے اتنی نفرت ہے اتنی نفرت ہے کہ میں بعض دفعہ یہ خیال کیا کرتا ہوں کہ اگر خدا تعالیٰ مجھے اس زمانہ میں پیدا نہ کرتا اور ایسے زمانے میں پیدا کرتا جب اسلام کیلئے جہاد بِالسیف کرنا ہوتا تو مجھے اپنے نفس کو کتنا مارنا پڑتا۔

پس یہ بالکل جھوٹا الزام ہے جو وہ مجھ پر لگاتے ہیں۔ مجھے خدا تعالیٰ نے جو کچھ دکھایا وہی میں نے لوگوں کو بتایا اور اگر اس کی باتیں پوری ہوں تو تقدیر پر میرا کوئی تصرف نہیں۔ اسی طرح اور بھی بہت سے دوستوں نے اس بارہ میں رؤیا دیکھے تھے جن میں سے بعض الفضل میں شائع ہو چکے ہیں اور بعض ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک رؤیا چوہدری محمد شریف صاحب پلیڈر منٹگمری کا ہے۔ پچھلے سال جب میں دھرم سالہ میں تھا تو مجھے ان کی چٹھی ملی جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ میں نے ایک خطرناک ڈراؤنا خواب دیکھا ہے جس سے مجھے اپنی ایمانی حالت کے متعلق شُبہ پیدا ہو گیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک جگہ آپ بیٹھے ہیں' مجلس لگی ہوئی ہے اور آپ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری اور ایک اور شخص کے متعلق فرماتے ہیں کہ انہوں نے نِفاق سے کام لیا ہے اور میں انہیں جماعت سے خارج کرتا ہوں۔ یہ خواب بیان کرنے کے بعد انہوں نے سخت گھبراہٹ کا اظہار کیا ہوا تھا اور لکھا تھا کہ چونکہ مصری صاحب اور دوسرے صاحب کے متعلق یہ

گمان بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ منافق ہوں، اس لئے شاید میرے ایمان میں کوئی نقص ہے جسے ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ رؤیا مجھے دکھائی ہے کیونکہ رؤیا میں بعض دفعہ ایک مؤمن کو دوسرے مؤمن کا آئینہ بنا کر پیش کر دیا جاتا ہے مگر پھر کس طرح یہ خواب لفظ بلفظ اور ہو بہو پوری ہوئی۔ غرض اس طرح اور بھی بہت سے دوستوں نے خواب دیکھے اور وہ اس فتنہ کے ظہور سے پورے ہوئے لیکن آج مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض کشوف اور الہامات بتانا چاہتا ہوں جو اِس فتنہ کیلئے مشعلِ راہ ہوئے ہیں۔

سب سے پہلے تو مَیں ایک ایسا الہام پیش کرتا ہوں جس کی خبر خود مصری صاحب نے ہی ہمیں دی ہے اور جس الہام کے یاد کرانے میں ہم ان کے ممنون ہیں۔

مصری صاحب کی طرف سے جو پہلا خط مجھے پہنچا، اس میں انہوں نے لکھا تھا کہ میرے مقابلہ پر قدم اُٹھاتے وقت آپ اس امر کو مدِّ نظر رکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے میری بریّت کر چھوڑی ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رؤیاء و کشوف اور الہامات میں ایسی خبریں موجود ہیں جن سے میری بریّت ثابت ہوتی ہے۔ اور ان خبروں اور پیشگوئیوں کی وجہ سے باوجود ان اعتراضات کے جو میرے دل میں آپ کے متعلق پیدا ہوئے ہیں، مجھے سلسلہ سے بدظنی نہیں ہوئی بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر میرا ایمان بڑھ گیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے لکھا کہ تذکرہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ الہام درج ہے کہ:۔ ''لَا تَقْتُلُوْا زَیْنَبَ'' [۱۰]

زینب کو قتل مت کرو اور زینب میری بیوی کا نام ہے۔

پھر وہ لکھتے ہیں۔ دیکھو اس سے پہلے یہ الہام ہے کہ:۔

''اَیْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا'' [۱۱]

جو منافقوں کے متعلق قرآن کریم کی آیت ہے اور جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور قتل کئے جائیں گے گویا اس الہام نے بتا دیا ہے کہ منافق کی سزا قتل ہے۔ (حالانکہ یہ درست نہیں۔ یہ تو خاص منافقوں اور خاص حالات کا ذکر ہے اور پھر تعجب یہ ہے کہ وہ ہم پر تو قتل کا الزام لگاتے ہیں اور الہام کے معنے خود ایسے کرتے ہیں جس میں قتل کا مفہوم پایا جاتا ہے) پھر اس کے بعد کہتے ہیں کہ چونکہ پہلے الہام نے یہ بتا دیا ہے کہ منافق کو قتل کرنے کا حکم ہے، اس لئے معاً دوسرا الہام اللہ تعالیٰ نے یہ نازل کر دیا کہ:

لَا تَقْتُلُوْا زَیْنَبَ

زینب کو قتل مت کرو جس سے معلوم ہؤا کہ زینب منافق نہیں اُس کو منافقوں میں شامل کر کے اُس کے قتل کی تجویز نہ کرنا۔ حالانکہ ہمارے نزدیک انہوں نے اس الہام کے جو معنی کئے ہیں کہ منافقوں کو قتل کر دو' یہ بالکل غلط ہیں۔ ہمارے نزدیک اس قسم کے احکام مختلف زمانوں کے لحاظ سے مختلف مفہوم کے حامل ہوتے ہیں۔ جب یہ الہام ایسے نبی پر نازل ہو جو کسی حکومت کے ماتحت نہ ہو' بلکہ خود اُس کی حکومت ہو تو اس کے معنی قتل کے بھی ہو سکتے ہیں مگر جب یہ الہام ایسے نبی پر نازل ہو جو کسی اور حکومت کے ماتحت رہتا ہو' تو وہاں قتل کے کوئی اور معنی ہوں گے اور خود لُغت والوں نے اِس کی تصریح کی ہے اور لکھا ہے کہ جب بادشاہت حاصل ہو' تب اس کے معنی قتل کرنے کے ہوں گے مگر جب بادشاہت حاصل نہ ہو تو یہ معنی نہیں ہوں گے۔

بظاہر مصری صاحب نے یہ ایک اچھا حربہ نکالا۔ لیکن جب ہم ان معنوں پر تنقید کی نظر ڈالتے ہیں تو یہ معنی درست معلوم نہیں ہوتے۔ لیکن بایں ہمہ اس لحاظ سے ہمیں ان کا ممنون ہونا پڑتا کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی وہ وحی جو نہ معلوم کتنے عرصے کے بعد ہمارے سامنے آتی' خود بخود ہمارے سامنے پیش کر دی۔ ان معنوں پر اوّل تنقید یہ ہے کہ سلسلہ میں فتنہ ڈالنے والے مصری صاحب ہیں یا ان کی بیوی؟ اگر یہ تمام فساد ان کی بیوی نے ڈالا ہے' اگر وہ صدر انجمن احمدیہ کی ملازم تھی' اگر وہ اندر ہی اندر جماعت میں تفرقہ پیدا کرتی رہی' اگر اس نے سکول کے طالب علموں پر بُرا اثر ڈالا' اگر اس نے ہمارے خلاف اشتہارات شائع کئے' اور اگر یہ تمام شور مصری صاحب کی بیوی نے برپا کیا ہے تو یقیناً لَا تَقْتُلُوْا زَیْنَبَ کے یہ معنی ہوتے کہ مصری صاحب کی بیوی زینب نیک نیتی سے ایسا کر رہی ہے' اسے منافقوں میں سے مت سمجھو۔ مگر تعجب یہ ہے کہ حملہ کرنے والے شیخ صاحب عالم ربانی کا دعویٰ کرنے والے' وہ سلسلہ کا کارکن ہوتے ہوئے اس کے خلاف کارروائیوں کا الزام ان پر' پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی براءت نہ کی۔ لیکن براءت کی تو ان کی بیوی کی جس کا درمیان میں کوئی واسطہ بھی نہ تھا' صرف ایک متبع کی حیثیت تھی۔ غالباً یہ طریقِ فیصلہ دنیا میں کہیں بھی نظر نہیں آئے گا کہ ایک جج کے سامنے سوال تو یہ پیش ہؤا کہ زید نے چوری کی اور وہ فیصلہ یہ کرے کہ زید کی بیوی چور نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی مجسٹریٹ ایسا فیصلہ کرے تو گورنمنٹ اُسے فوراً پاگل خانے بھیج دے۔ پس اس قسم کی بات کسی انسان کی طرف بھی منسوب نہیں کی جا سکتی کُجا یہ کہ اسے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جا سکے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دس بیس الہام اِس کی تائید میں ہوتے اور ایک اُن کی بیوی کے متعلق

بھی ہوتا، تو ہم کہہ سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مصری صاحب کی تائید کرتے ہوئے ان کے تابعین کی بھی تعریف کر دی مگر یہاں تو تابع کا ہی ذکر ہے متبوع کا ذکر نہیں۔

دوسرے اگر انہی معنوں میں ان کی بیوی پر یہ الہام چسپاں کیا جائے جو وہ کرتے ہیں، تب بھی اس کے معنے تو یہ بنیں گے کہ منافقوں کی سزا قتل ہے لیکن زینب چونکہ ایک عورت ہے اور اپنے خاوند کے اثر کے ماتحت اس غلطی میں مبتلاء ہوئی ہے، اس لئے اسے قتل نہ کرو کیونکہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ عورتوں کو قتل نہیں کرنا چاہیئے۔[۱۲] لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے قتل سے مراد اس جگہ ہرگز قتل نہیں۔

الہامات کے معنے ہر زمانہ کے حالات کے مطابق بدل جاتے ہیں۔ چونکہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس حکومت نہیں، اس لئے ایسے لفظوں کے معنے بھی بدل جائیں گے اور اگر ہم اس کے معنے قتل کے ہی کریں تو اس سے خدا تعالیٰ پر اعتراض وارد ہوگا کہ ایک طرف تو وہ کہتا ہے کہ منافقوں کو قتل کرو اور دوسری طرف حُکم دے دیتا ہے کہ حکومتِ وقت کے احکام کی اطاعت کرو اور کوئی قانون شِکنی نہ کرو۔ کیا یہ متضاد حکم خدا تعالیٰ دے سکتا ہے اور کیا اس الہام کے یہ معنے کرنا موجودہ زمانہ میں دین سے ہنسی اور تمسخر نہیں؟ الہامات کے معنی ہر زمانہ کے حالات کے مطابق بدل جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے الہاموں میں جہاں کہیں جہاد کا لفظ آئے گا اس سے مراد تبلیغ ہوگی۔ یا جب آپ کو یہ الہام ہؤا کہ ''آریوں کا بادشاہ''[۱۳] تو اِس سے یہ مراد نہیں تھی کہ آپ کے پاس فوجیں ہوں گی بلکہ اس کے یہ معنی تھے کہ آپ کو روحانی بادشاہت حاصل ہے۔ اور یہ کہ آریہ اقوام کسی زمانہ میں نہایت کثرت سے احمدیت میں داخل ہوں گی۔ اسی طرح قتل کے بھی یہ معنی ہیں کہ منافقوں سے قطع تعلق کر لو۔ چنانچہ عربی زبان میں قتل کے ایک معنی قطع تعلق کے بھی ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے اور سعد بن عبادہ نے بیعت سے انکار کیا اور کہا کہ انصار کا حق زیادہ ہے ان میں سے کوئی خلیفہ ہونا چاہیئے تو حضرت عمرؓ نے کہا اُقْتُلُوْا سَعْدًا قَتَلَهُ اللّٰهُ [۱۴] اللہ سعد کو قتل کرے تم اُسے قتل کر دو مگر یہ کہیں ثابت نہیں کہ حضرت عمرؓ اور باقی صحابہؓ نے تلواریں لی ہوں اور انہوں نے سعد کو قتل کر دیا ہو بلکہ انہوں نے اس کا مقاطعہ کر دیا۔ سعدؓ مسجد میں آتے، نماز پڑھتے مگر کوئی ان سے گفتگو نہ کرتا۔ لسان العرب والا جس کی لُغت بیس ضخیم جلدوں میں ہے اور جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نہایت معتبر اور اعلیٰ پایہ کی لُغت سمجھتے اور اِس پر اعتماد رکھتے تھے اس حدیث کا حوالہ دے کر

لکھتا ہے کہ سعدؓ کو قتل نہ کرنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ عربی میں قتل کے اور معنی بھی ہیں جن میں سے ایک قطع تعلق کے ہیں۔ اور حضرت عمرؓ کے اس قول کے معنی یہ تھے کہ:۔

اِجْعَلُوْهُ كَمَنْ قُتِلَ وَاحْسِبُوْهُ فِيْ عِدَادِمَنْ مَاتَ وَهَلَكَ وَلَاتَعْتَدُّوْا بِمَشْهَدِهٖ وَلَا تُعَرِّجُوْا عَلٰى قَوْلِهٖ [۱۵] یعنی اسے ایسا ہی سمجھو جیسے کوئی مقتول ہوتا ہے اور اسے ان لوگوں میں شمار کرو جو مر چکے ہیں یعنی اگر سامنے آئے تو اس کی طرف توجہ نہ کرو اور اگر بات کرے تو اسے جواب نہ دو۔

اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ اِذَا بُوْيِعَ لِخَلِيْفَتَيْنِ فَاقْتُلُوْا الْأَخِيْرَ مِنْهُمَا۔ [۱۶] یعنی جب دو خلیفوں کی بیعت کر لی جائے تو دوسرے کو قتل کر دو۔

لسان العرب والا لکھتا ہے کہ اس جگہ بھی قتل کے معنی قتل کرنے کے نہیں ہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ اَبْطِلُوْا دَعْوَتَهٗ وَاجْعَلُوْهُ كَمَنْ قَدْمَاتَ [۱۷] کہ اس کی دعوت کو ردّ کر دو اور اسے ایسا سمجھو گویا وہ مر چکا ہے۔ غرض قتل کے ایک معنی قطع تعلق اور واسطہ نہ رکھنے کے بھی ہیں' اور یہی معنی اس جگہ چسپاں ہوتے ہیں ورنہ جب خدا تعالیٰ نے یہ کہہ دیا کہ حکومت کی اطاعت کرو اور اُس کے احکام کی پابندی کرو تو یہ کس طرح ممکن تھا کہ وہ یہ بھی کہہ دیتا کہ منافقوں کو قتل کر دینا اور حکومتِ وقت کے قوانین کو توڑ دینا۔ پس اس جگہ قتل کے ایک معنی قطع تعلق کے ہیں اور ان الہامات کا ایک مطلب یہ ہے کہ زینب کا تعلق بعض منافقین سے ہوگا جو اِس بات کے مستحق ہوں گے کہ ان سے قطع تعلق کیا جائے مگر تم زینب کا لحاظ کر لینا کیونکہ اُس کی حیثیت محض ایک تابع کی سی ہوگی۔ چنانچہ باوجود اس بات کے کہ میں ان کے معنوں کو غلط سمجھتا ہوں میں نے اس قدر لحاظ کر لیا کہ جہاں میں نے مصری صاحب اور دوسرے منافقین سے اپنی جماعت کو قطع تعلق کا حُکم دیا وہاں مَیں نے یہ بھی اعلان کر دیا کہ زینب سے قطع تعلق کا حکم نہیں ہے۔

پس ان معنوں کی رو سے زینب کا ذکر بھی ضروری تھا کیونکہ پیشگوئی اصل مصداق کے متعلق ہی رہتی ہے اور یہ نہیں ہوتا کہ الزام شیخ صاحب پر ہو اور بریّت ان کی بیوی کی ہو۔ اگر شیخ صاحب یہ کہیں کہ تم اس الہام کو میری بیوی پر کیوں چسپاں کرتے ہو؟ تو ہم انہیں کہیں گے کہ آپ نے خود اپنے خط میں لکھا ہے کہ یہ الہام میری بیوی سے متعلق ہے۔ اس صورت میں ان کا یہ کہنا غلط ہو جائے گا کہ یہ پیشگوئی خواہ مخواہ ان کی بیوی پر چسپاں کی جاتی ہے۔

اب میں بتاتا ہوں کہ فی الواقع یہ پیشگوئی ان کی بیوی ہی کی نسبت ہے مگر اس کے معنی وہ

نہیں جو وہ کرتے ہیں اصل معنوں کے بیان کرنے کیلئے میں اس تاریخ کے سارے الہامات سنا دیتا ہوں۔ اُس دن آٹھ الہامات ہوئے تھے جو یہ ہیں:۔

۱۔ اَنْتَ اِمَامٌ مُّبَارَکٌ [۱۸] تو بڑا مبارک امام ہے۔

۲۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰی مَنْ کَفَرَ [۱۹] اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہے جس نے انکار کیا۔

۳۔ اِنِّیْ مَعَکَ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ [۲۰] میں تیرے ساتھ ہوں آسمان میں بھی اور زمین میں بھی۔

۴۔ اِنِّیْ مَعَکَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ [۲۱] میں دنیا اور آخرت میں تیرے ساتھ ہوں۔

۵۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ [۲۲] خدا تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ہے جو محسن ہیں۔

۶۔ اَیْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا کچھ منافق گندے الزام لگائیں گے اور وہ اس قابل ہوں گے کہ وہ جہاں کہیں ہوں ان سے قطع تعلق کر لیا جائے

۷۔ لَا تَقْتُلُوْا زَیْنَبَ زینب کو تباہ نہ کرو۔

۸۔ آسمان ایک مٹھی بھر رہ گیا [۲۳]

یہ خدا تعالیٰ کے غضب کی طرف اشارہ ہے کہ اُس وقت منافقوں کی حرکات پر خدا تعالیٰ کا غضب بھڑکے گا۔

ان الہامات میں دو قرآن کریم کی آیتیں ہیں۔

اوّل اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ [۲۴]

کہ اللہ تعالیٰ متقیوں اور محسنوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ آیت سورہ نحل کے سولہویں رکوع میں ہے اور دوسری آیت یہ ہے کہ اَیْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا یہ سورہ احزاب کی ایک آیت کا ٹکڑا ہے اور اس کے ساتھ کی آیات یہ ہیں:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ۔ ذٰلِکَ اَدْنٰۤی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَةِ

لَنُغْرِيَنَّکَ بِهِمْ ثُمَّ لا يُجَاوِرُوْنَکَ فِيهَآ اِلَّا قَلِيْلاًo

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو خدا اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کیلئے سخت ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہے اور وہ لوگ جو مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو دکھ دیتے اور ان پر الزام لگاتے ہیں بغیر اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا' یقیناً وہ ایک بہت بڑا بہتان باندھتے اور کُھلے کُھلے گناہ کے مرتکب بنتے ہیں۔ اے نبی! تو اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مؤمنوں کی عورتوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی چادریں جُھکا کر منہ کو چُھپا لیا کریں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ پہچانی جائیں گی اور انہیں ایذاء نہیں پہنچے گی اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں گند ہے اور شہر میں بے بنیاد افواہیں اُڑاتے رہتے ہیں باز نہ آئے تو ہم تجھے ان کے مقابلہ کیلئے کھڑا کر دیں گے اور پھر وہ تیرے قریب نہیں رہ سکیں گے ہاں کچھ تھوڑا عرصہ رہ لیں تو رہ لیں۔ یہ لوگ ملعون ہیں اور خدا تعالیٰ کی لعنت کے نیچے ہیں جہاں کہیں یہ لوگ پائے جائیں پکڑے جائیں اور انہیں قتل کیا جائے یعنی ان سے کامل طور پر مقاطعہ کیا جائے۔

اب قطع نظر کسی اور الزام کے اگر اسی الہام کو لے لیا جائے اور دیکھا جائے کہ قرآن کریم میں یہ آیت کس مقام پر بیان کی گئی ہے تو اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مصری صاحب کا قدم راستی پر ہے یا ضلالت اور گمراہی پر۔

ان آیتوں میں مضمون یہ بیان کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے رسول کے خاندان اور مؤمن عورتوں پر بعض لوگ گندے اِتّہام لگاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں اور انہیں ہماری طرف سے بہت جلد سزا ملے گی۔ پس ان آیات میں دو گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے ایک وہ جن پر گندے الزام لگائے جاتے ہیں اور ایک وہ جو گندے اِتّہام لگانے والے ہیں۔ جو لوگ گندے اِتّہامات لگاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو منافق قرار دیتا ہے اور جن پر یہ اِتّہامات لگائے جاتے ہیں ان کو بری قرار دیتا ہے۔ اب مصری صاحب دیکھ لیں کہ ان آیات کے مطابق وہ کس مقام پر ہیں اور ہماری جماعت کس مقام پر ہے۔ آیا مَیں اور ہماری جماعت کے دوسرے لوگ ان پر الزام لگاتے ہیں یا وہ ہم پر الزام لگاتے ہیں۔ بہرحال جو بھی الزام لگانے والا ہے قرآن کریم اسے مُجرم قرار دیتا ہے اور جن پر الزام لگایا گیا ہو انہیں بری قرار دیتا ہے۔ اب اگر میں نے کہا ہے کہ مصری صاحب زانی اور بدکار ہیں تو وہ اپنے آپ کو سچا کہہ سکتے ہیں اور اگر انہوں نے مجھے

زانی اور بدکار قرار دیا ہے تو پھر وہی جھوٹے ثابت ہوتے ہیں اور واقعہ یہی ہے کہ مصری صاحب ہم پر الزام لگاتے ہیں ہم نے ان پر کوئی الزام نہیں لگایا۔ اب یہ کیسی عجیب بات ہے کہ آیت تو یہ کہتی ہے کہ الزام لگانے والا جھوٹا ہے اور آیت یہ بتاتی ہے کہ نبی کے خاندان پر بعض لوگ الزام لگائیں گے اور اس طرح خدا اور اس کے رسول کو دُکھ دیں گے اسی طرح وہ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں پر الزامات لگائیں گے حالانکہ وہ بری ہوں گے مگر مصری صاحب کہتے ہیں کہ اس الہام سے میری بریّت ثابت ہوتی ہے حالانکہ آیت انہیں جھوٹا قرار دے رہی ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان دنوں کے الہامات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الہامات ایک سلسلہ کی کڑی ہیں کیونکہ ۹۔فروری ۱۹۰۸ء کو تو یہ الہام ہوا کہ اَیْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا ۔ مگر اس سے چند دن پہلے ۲۱۔جنوری کو یہ الہام ہوا کہ مَلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا [۲۵] جو اسی آیت کا پہلا ٹکڑا ہے جو سورہ احزاب میں ہے گویا وہی آیت جو ۹۔فروری کو آپ پر الہاماً نازل ہوئی اس کا پہلا ٹکڑا ۲۱۔جنوری کو آپ پر الہاماً نازل ہو چکا تھا جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ یہ کسی خاص مضمون کی طرف اشارہ ہو رہا ہے۔ پھر ۱۹۔جنوری ۱۹۰۸ء کا الہام ہے کہ اِنِّیْ مَعَکَ وَمَعَ اَھْلِکَ ھٰذِہٖ [۲۶] کہ میں تیرے ساتھ اور تیرے اس موجودہ اہل کے ساتھ ہوں۔ یہ نہیں کہ کوئی دوسَو یا تین سَو سال کے بعد اہل ہوگا جس کے ساتھ میری تائید ہوگی جیسے غیر مبائعین کہا کرتے ہیں کہ تین سَو سال کے بعد کوئی مصلح موعود پیدا ہو گا اور اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو خاندان ہوگا اس کے ساتھ اس کی تائید ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اس الہام کے ذریعہ اِس شُبہ کا ازالہ کر دیا اور ھٰذِہٖ کا لفظ لاکر بتا دیا کہ وہ خاندان جو اَب موجود ہے اس کے ساتھ میری تائیدات ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ میں نے جو آیتیں سورۃ احزاب کی پڑھی ہیں ان میں بھی رسول کریم ﷺ کے اہل کا ذکر ہے۔ پس یہ الہام بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اور اس سے یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۔جنوری سے ۹۔فروری ۱۹۰۸ء تک کے الہامات ایک ہی واقعہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ اور چونکہ ان سب کا موجودہ فتنہ سے تعلق ہے اس لئے میں یہ تمام الہامات پڑھ دیتا ہوں۔

(۱) ۱۹۔جنوری کا الہام ہے۔

اِنِّیْ مَعَکَ وَمَعَ اَھْلِکَ ھٰذِہٖ میں تیرے ساتھ اور تیرے موجودہ اہل کے ساتھ ہوں۔

(۲) ۲۱۔جنوری کا الہام ہے۔

مَلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وہ ملعون ہیں جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے۔

(۳) اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰہِ [۲۷] صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

پھر ۲۶۔جنوری کے الہامات ہیں

(۴) حَرَّقَھُمَا اللّٰہُ [۲۸] اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جلا دے گا۔

(۵) قَتَلَھُمَا اللّٰہُ [۲۹] اللہ تعالیٰ ان دونوں کو تباہ کر دے گا۔

(۶) میری فتح ہوئی۔

(۷) اِنَّا رَادُّوْہُ اِلَیْکَ [۳۰] ہم اسے تیری طرف واپس لائیں گے۔

(۸) اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ سَمْعِیْ تو مجھے ایسا ہی پیارا ہے جیسے میرا ذکر کیونکہ سمع ذکر اور شُہرت کو بھی کہتے ہیں۔

پھر ۲۸۔جنوری کے الہامات ہیں:۔

(۹) اِنِّیْ مَعَکَ یَا اِبْرَاھِیْمُ [۳۱] اے ابراہیم میں تیرے ساتھ ہوں۔

(۱۰) ''از خدایا بند مردانِ خدا''۔ [۳۲] خدا کے بندے خدا سے پاتے ہیں۔

اس کے بعد ۹۔فروری کے الہامات جو پہلے بیان ہو چکے ہیں ان الہامات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح سورۃ احزاب کی آیتوں میں اہلِ بیت کا ذکر ہے اسی طرح یہاں بھی ہے۔جس طرح وہاں بعض تکلیف دینے والوں کا ذکر ہے اسی طرح یہاں بھی ہے۔جس طرح وہاں مَلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا ہے اس سلسلۂ الہام میں بھی ہے۔ بلکہ یہ عجیب بات ہے کہ ۹۔فروری کے الہاموں میں دوسری آیت سورۃ نحل کی ہے۔یعنی اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ اور اس آیت سے پہلے قرآن کریم میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ [۳۳] اور یہاں بھی ۲۸۔جنوری کا یہ الہام ہے کہ اِنِّیْ مَعَکَ یَا اِبْرٰھِیْمُ۔اس طرح تمام الہاموں کی کڑی مکمل ہو جاتی ہے اور پتہ لگتا ہے کہ ۱۹۔جنوری کے الہام سے ۹۔فروری کے الہامات تک آپ کو چار دفعہ الہام ہوئے ہیں یعنی ۱۹۔

جنوری کو، ۲۱۔ جنوری کو، ۲۶۔ جنوری کو اور ۲۸۔ جنوری کو اور ان تمام الہامات کا باہم تعلق ہے۔ چنانچہ دیکھ لو ۹۔ فروری کے الہامات میں دو آیتیں ہیں' ایک سورہ نحل کی اور ایک سورہ احزاب کی۔ اور سورہ احزاب کی آیات میں رسول کریم ﷺ کی بیویوں پر الزامات لگائے جانے کا ذکر ہے۔ اس کے مقابلہ میں ۱۹۔ جنوری کا الہام اس بارہ میں یہ ہے کہ اِنِّیْ مَعَکَ وَمَعَ اَھْلِکَ ھٰذِہٖ۔ اس کے بعد ۲۱۔ جنوری کو الہام ہوئے اور ان میں بھی ۹۔ فروری والے الہام کا پہلا ٹکڑا کہ مَلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا بعینہٖ موجود ہے۔ پھر ۲۶۔ جنوری کو جو الہام ہوئے ہیں ان میں پھر الزام لگانے والوں کے دو لیڈروں کا ذکر ہے اور ان سزاؤں کا ذکر ہے جو ۹۔ فروری والی آیت میں ہیں یعنی قتل یا قطع تعلق۔ پھر ۲۸۔ جنوری کو جو الہام ہوئے ہیں ان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مثیلِ ابراہیم قرار دیا گیا ہے۔ جس طرح سورہ نحل کی آیتوں سے پہلے رسول کریم ﷺ کو ملتِ ابراہیم کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ ۲۸۔ جنوری کے بعد پھر ۹۔ فروری کے یہی الہامات ہیں درمیان میں اور کوئی الہام نہیں ہے۔ اس تفصیل سے یہ امر قطعاً ثابت ہو جاتا ہے کہ ۱۹۔ جنوری سے لیکر ۹۔ فروری تک کے الہامات گو الگ الگ تاریخوں میں ہوئے ہیں لیکن ایک ہی مضمون کے متعلق ہیں اور مضمون یہ ہے کہ تیرے اہل و عیال سے دشمنی کی جائے گی مگر میں تیرے اور تیرے اہل و عیال کے ساتھ ہوں گا۔ الزام لگانے والے گندے الزام لگائیں گے (جیسا کہ احزاب کی آیتوں کے مضمون سے ظاہر ہے) اور خدا تعالیٰ کی لعنت کے مستحق ہوں گے۔ ان کو خیال رکھنا چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ کے شعائر کی ہتک ایمان کے منافی ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ اس تحریک کے دو لیڈر ہوں گے اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہوگا اور اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کو فتح دے گا۔ اس کے بعد ایک الہام ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے تیری طرف واپس لائے گا اس سے یا تو مرتدین میں سے کسی کی ہدایت مراد ہے اور یا پھر یہ مراد ہے کہ سلسلہ کا وقار جو کھویا جائے گا اُسے اللہ تعالیٰ واپس لائے گا۔ پھر فرماتا ہے تو مجھے ایسا ہی پیارا ہے جیسے میرا ذکر یعنی جس طرح مجھے اپنی نیک نامی کا خیال ہے اسی طرح تیری نیک نامی کا بھی خیال ہے۔ پھر فرمایا۔ اے ابراہیم! یعنی مِلَّةَ اِبْرٰھِیْم کی اتباع کرنے والے! میں تیرے ساتھ ہوں۔ یاد رکھ کہ جو خدا تعالیٰ کے بندے ہوتے ہیں گو دنیا ان کے خلاف ہو جائے مگر وہ اللہ تعالیٰ سے مدد پاتے ہیں۔ (اس میں اشارہ ہے کہ اُس وقت بہت سی اقوام سلسلہ

کے خلاف ہو جائیں گی) پھر فرماتا ہے تو امام ہے مبارک ۔ بَـرُکَۃٌ اُس گڑھے کو کہتے ہیں جہاں پانی جمع ہو جاتا ہے ۔ [۳۴] پس مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی برکتیں تیرے ساتھ جمع ہیں اور تیرے بعد اور لوگ تیرے کام کو چلانے والے ہونگے نہ کہ صرف تجھ پر یہ امر ختم ہو جائے گا ۔ جو تیرے اس مقام کا انکار کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی لعنت کے نیچے ہوگا ۔ میں تیری مدد کروں گا اُس وقت بھی کہ تو آسمان میں ہوگا یعنی بعد الموت اور اُس وقت بھی جب تو زمین میں ہوگا یعنی زندگی میں گویا دنیوی امور میں بھی تیری مدد کروں گا اور اُخروی امور میں بھی اور ایسا کیوں نہ ہو کہ تو ابراہیمی مقام پر ہے اور اللہ تعالیٰ متقیوں اور محسنوں کی امداد کرتا ہے ۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ فرما کر میرے اور مصری صاحب کے باہمی اختلاف کا ایک رنگ میں فیصلہ فرما دیا ہے ۔ مگر اس لئے کہ اس کے سمجھنے میں سہولت ہو مَیں ایک مثال دے دیتا ہوں ۔ غیر احمدیوں سے جب مجھے مذہبی گفتگو کرنے کا موقع ملتا ہے مَیں ہمیشہ ان سے ایک سوال کیا کرتا ہوں مگر آج تک مجھے اُن میں سے کسی نے اس سوال کا جواب نہیں دیا ۔ مَیں اُن سے کہا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ [۳۵] کہ اُس سے زیادہ اور کوئی ظالم نہیں جو خدا تعالیٰ پر افتراء کرے یا اُس کی آیات اور سچی تعلیم کی تکذیب کرے اور دوسرے مقام پر فرماتا ہے کہ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ [۳۶] کہ اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو خدا تعالیٰ کی مساجد میں لوگوں کو ذکر کرنے سے روکے ۔ جب ہمارا تمہارا اختلاف ہے اور تم یہ کہتے ہو کہ اَظْلَمُ (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) مرزا صاحب تھے کیونکہ انہوں نے خدا تعالیٰ پر افتراء کیا اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اَظْلَم تم ہو کیونکہ تم نے ایک سچے کی تکذیب کی تو آؤ ہم قرآن کریم سے ہی پوچھیں کہ ہم دونوں میں سے اَظْلَم کون ہے ۔ سو جب ہم قرآن کو دیکھتے ہیں تو اس میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ جو مساجد میں عبادت کرنے سے لوگوں کو روکتے ہیں وہی اَظْلَم ہیں ۔ اب دیکھ لو ہم نے اپنی مساجد میں کبھی کسی کو عبادت کرنے سے نہیں روکا بشرطیکہ وہ فتنہ وفساد کی نیت نہ رکھتا ہو مگر تم اپنی مساجد میں احمدیوں کو نماز نہیں پڑھنے دیتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے روکتے ہو ۔ پس اس آیت نے ہمارے اس جھگڑے کا فیصلہ کر دیا اور بتا دیا کہ اَظْلَم ہم نہیں بلکہ تم ہو اور تم ہی ایک سچے مأمور کی تکذیب کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد بن رہے ہو ۔ اسی طرح اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے دو باتیں بیان فرمائی ہیں ۔ اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ

متقیوں کے ساتھ ہے اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ محسنوں کے ساتھ ہے۔ مصری صاحب کو میرے متقی ہونے میں شُبہ ہے اس لئے اِس جھگڑے کا فیصلہ اب اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ہم قرآن سے ہی دیکھیں کہ اس آیت کا جو دوسرا حصہ ہے یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ محسنوں کے ساتھ ہے اس کے لحاظ سے وہ میرے مُحسن ہیں یا مَیں ان کا مُحسن ہوں۔ اگر وہ میرے مُحسن ہوں تو متقی بھی وہی ہو سکتے ہیں اور اگر مَیں ان کا مُحسن ہوں تو لازماً متقی بھی میں ہی ہونگا۔ اس لحاظ سے اگر دیکھو گے تو یہی ثابت ہوگا کہ مَیں ان کا مُحسن ہوں۔ چنانچہ مصری صاحب کو مصر صدر انجمن احمدیہ نے نہیں بھیجا بلکہ ان کے مصر جانے اور وہاں کے قیام کے اخراجات کیلئے کچھ روپیہ مَیں نے دیا تھا اور کچھ روپیہ چوہدری نصر اللہ خان صاحب مرحوم نے دیا تھا۔ اس طرح ہم دونوں نے انہیں مصر بھیجا تھا پس ان کی مصریّت کی عظمت بھی میری وجہ سے ہی قائم ہوئی کیونکہ مَیں نے اور چوہدری نصر اللہ خان صاحب مرحوم نے اُن کے اخراجات برداشت کئے اور یہاں اللہ تعالیٰ نے یہی بیان فرمایا ہے کہ میں محسنوں کے ساتھ ہوں۔ پس جب مُحسن مَیں بنا تو لازماً متقی بھی مَیں ہی ٹھہرا اور اللہ تعالیٰ کی تائیدات نے بھی ثابت کر دیا کہ مَیں ہی متقی اور مَیں ہی مُحسن ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ایک جماعت جس کے دو لیڈر ہونگے بہتان باندھے گی۔ وہ لوگ جہاں بھی ہونگے اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئیں گے اور ان سے قطع تعلق کرنے کا حُکم دیا جائے گا۔ پس اے لوگو! اس گروہ سے زینب کا تعلق پیدا کر کے اُسے بھی اس ہلاکت میں نہ ڈالو۔ یاد رکھو کہ یہ فتنہ معمولی نہ ہوگا بلکہ آسمان پر بھی اس سے تہلکہ پڑ جائے گا پس اس کام کی جرأت نہ کرو۔

پہلی پیشگوئی

اوپر جو تشریح بیان کی جا چکی ہے اس سے باقی سب باتیں تو ظاہر ہیں البتہ لَا تَقْتُلُوْا زَیْنَبَ کا حل رہ جاتا ہے کیا واقعہ میں اس الہام سے اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے؟ سو یاد رکھنا چاہئے کہ زینب کی شمولیت اس فتنہ میں شیخ مصری صاحب سے شادی کی وجہ سے ہوئی ہے اس لئے اب ہم ابتداء کی تاریخ کو دیکھتے ہیں کہ اس میں اس کا کیا حل ہے۔ سو ہمیں اس الہام کا ایک واضح شانِ نزول مل جاتا ہے جو یہ ہے کہ ۱۹۰۸ء کے شروع میں حافظ احمد اللہ خان صاحب مرحوم کی دو لڑکیوں کی شادی کی تجویز ہوئی جن میں سے بڑی کا نام زینب اور چھوٹی کا نام کلثوم تھا۔ زینب کے متعلق اور بھی بعض لوگوں کی خواہش تھی چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی شادی شیخ مصری صاحب سے ناپسند کی لیکن حسبِ عادت زیادہ زور نہیں دیا۔ انہی دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہام ہوا کہ لَا تَقْتُلُوْا زَیْنَبَ

زینب کو ہلاک مت کرو۔ حافظ احمد اللہ صاحب مرحوم نے دوسرے شخص کو کسی نہ کسی وجہ سے ناپسند کیا اور یہ خیال کیا کہ اس الہام کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مشورہ غلط ہے وہاں شادی نہ کی جائے بلکہ مصری صاحب سے شادی کی جائے اور خیال کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رائے کو الہام نے ردّ کر دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات نہ مانی اور شیخ مصری صاحب سے شادی کر دی۔ چنانچہ یہ الہام ۹۔ فروری ۱۹۰۸ء کو ہوا اور ۱۷۔ فروری ۱۹۰۸ء کو شیخ مصری صاحب کا نکاح زینب سے کر دیا گیا اور یہ تاریخ اس طرح محفوظ رہی کہ مصری صاحب کا نکاح دو اَور نکاحوں سمیت اُسی دن ہوا تھا جس دن کہ ہماری ہمشیرہ مبارکہ بیگم کا نکاح ہوا تھا اور وہ ۱۷۔ فروری تھی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے صاف کہہ دیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بات مان لو اور مصری صاحب سے نکاح نہ کرو ورنہ یہ نکاح اسے منافق بنانے کا نتیجہ پیدا کر دے گا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو شاید اس زینب کے متعلق اسے سمجھا ہی نہیں اور لڑکی کے باپ نے اُلٹ نتیجہ نکالا حالانکہ خدا تعالیٰ کا منشاء اس الہام سے یہ تھا کہ اِس شخص سے ایک بھاری فتنہ پیدا ہونے والا ہے اس سے زینب کی شادی نہ کرو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بات مان لو۔ پھر اس بات کے ثبوت موجود ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حافظ احمد اللہ صاحب مرحوم کو یہی مشورہ دیا تھا۔ چنانچہ جب مصری صاحب جماعت سے علیحدہ ہوئے ہیں تو پیر منظور محمد صاحب نے مجھے کہلا بھیجا کہ میرے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حافظ احمد اللہ صاحب مرحوم کو کہا تھا کہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب سے شادی نہ کی جائے مگر جب حافظ صاحب نے اس بات کو نہ مانا اور اسی جگہ لڑکی کی شادی کر دی تو مجھے سخت غصہ آیا اور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا کہ حضور خدا تعالیٰ کے مأمور ہیں اور خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب مأمور ایک بات کہہ دے تو تمام مؤمنوں کو چاہئے کہ اس پر عمل کریں مگر حافظ احمد اللہ صاحب نے حضور کی نافرمانی کی ہے اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا بات تو آپ نے جو کہی ہے یہ ٹھیک ہے مگر ایسے معاملات میں مَیں دخل نہیں دیا کرتا۔ جب یہ روایت مجھے پہنچی تو گو اس روایت میں مجھے کوئی شُبہ نہیں ہوسکتا تھا مگر چونکہ یہ اکیلی روایت تھی اس لئے مجھے اس بات کا فکر ہوا کہ کوئی اور گواہ بھی ہونا چاہئے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ دوسرے دن کی ہی ڈاک میں مجھے ایک خط ملا جو منشی قدرت اللہ صاحب سنوری کی طرف سے تھا۔ اس میں انہوں نے لکھا تھا کہ ۱۹۱۵ء میں جب مَیں قادیان آیا تو اُس وقت مجھے کسی دوست سے قرآن

پڑھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ میں نے حافظ احمد اللہ صاحب مرحوم سے قرآن کریم پڑھنا شروع کر دیا۔ ایک دن باتوں باتوں میں انہوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے اپنی لڑکی زینب کا رشتہ کسی اور شخص سے کرنے کا کہا تھا مگر انہی دنوں آپ پر یہ الہام نازل ہوا کہ لَا تَقْتُلُوْا زَیْنَبَ جس سے میں نے غلطی سے یہ سمجھا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رائے صحیح نہیں اور میں نے شیخ مصری صاحب سے رشتہ کر دیا مگر اب شیخ مصری مجھے سخت تنگ کرتا ہے اور اس نے مجھے بڑی بڑی تکلیفیں پہنچانی شروع کر دی ہیں جس سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حُکم نہ ماننے کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ مجھے بھی یاد ہے کہ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اوّل کے زمانہ میں شیخ مصری صاحب نے بازار میں اپنے خسر کو مارا۔ جس پر حضرت خلیفہ اوّل مصری صاحب سے سخت ناراض ہو گئے اور مَیں نے کئی دن آپ کی منتیں کر کے انہیں معاف کروایا۔ پس اس الہام کے یہ معنی تھے کہ تم زینب کی شیخ مصری صاحب سے شادی مت کرو، ورنہ اس کا ایمان بھی برباد ہو جائے گا۔ چنانچہ واقعات نے ثابت کر دیا کہ اس شادی سے اس کا ایمان بھی ضائع ہو گیا۔

اب دیکھو یہ کیسی زبردست پیشگوئی ہے جس کی طرف خود مصری صاحب نے توجہ دلائی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ان کی بیوی کو یہ یاد تھا کہ ایسا الہام ہوا تھا اور میرے والد نے اسے میرے متعلق سمجھا تھا۔ اس طرح ان کا ذہن اس طرف گیا اور شاید جو کام ہم سے دیر میں ہوسکتا، وہ خود انہوں نے کر دیا۔ بالکل اسی طرح جس طرح بکری نے چُھری نکالی تھی۔ کہتے ہیں کہ کوئی شخص تھا جس نے بکری ذبح کرنے کیلئے چُھری نکالی مگر پھر کہیں رکھ کر بھول گیا اور اس پر بچوں نے کھیلتے ہوئے مٹی ڈال دی اور وہ مٹی کے نیچے چُھپ گئی۔ اُس نے چُھری کو بہتیرا تلاش کیا مگر نہ ملی۔ وہ حیران سا کھڑا تھا کہ بکری نے پیر مارنا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مٹی ہٹ گئی اور اُسے چُھری نظر آ گئی جس سے اُس نے فوراً اُسے ذبح کر دیا۔ اُس وقت سے عرب میں یہ مثل مشہور ہو گئی ہے اور جب کوئی شخص اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت کا سامان مہیا کرتا ہے تو کہتے ہیں اس نے بالکل ایسا ہی کیا جس طرح بکری نے چُھری نکال لی تھی۔

دوسری پیشگوئی

اب مَیں چند اور الہامات بتاتا ہوں جو اِس فتنے اور اس قسم کے اور فتن سے تعلق رکھتے ہیں۔

۱۳۔ مارچ ۱۹۰۷ء کو چند الہامات ہوئے جو یہ ہیں۔

۱۔ وَیۡلٌ لَّکَ وَلِاِ فْکِکَ [۳۷] افک ایک مشہور واقعہ ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگایا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ یہاں بھی افک کا لفظ استعمال کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ اے مخالف! تجھ پر عذاب اور لعنت ہو اور تیرے بدکاری وغیرہ کے جھوٹے الزامات پر بھی لعنت ہو۔ پھر الہام ہے۔

۲۔ ایک امتحان ہے بعض اس میں پکڑے جائیں گے اور بعض چھوڑ دیئے جائیں گے۔ [۳۸] پھر الہام ہے۔

۳۔ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡھِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَھۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَھِّرَکُمۡ تَطۡھِیۡرًا ۔ [۳۹] کہ اے اہلِ بیت! ان الزاموں کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ ہے کہ وہ تمہیں پاک بنا کر دنیا کے سامنے پیش کرے۔

اب ان الہامات میں افک کا لفظ موجود ہے۔ پھر ابتلا کا ذکر پایا جاتا ہے اور پھر ساتھ ہی اہلِ بیت سے خطاب کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے اہلِ بیت! ان الزامات کے بعد خدا تعالیٰ تمہاری تطہیر دُنیا پر ثابت کرے گا۔ اس الہام کے بعد جو اہلِ بیت کے متعلق ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھتے ہیں یہ تیسری مرتبہ الہام ہے۔ وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِالصَّوَابِ۔ اس کے بعد الہام ہے اَعۡجَبَنِیۡ مَوۡتُکُمۡ [۴۰] کہ تم لوگوں کی موت پر مجھے بڑا ہی تعجب ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی الہام ہیں لیکن یہ الہام جو ایک ہی تاریخ کے ہیں آپس میں ایک گہرا ربط رکھتے ہیں۔ پہلے افک یعنی اتہامات کا ذکر ہے پھر امتحان اور آزمائش کا ذکر ہے۔ پھر اہلِ بیت کو تسلی دی ہے کہ گھبراؤ نہیں۔ یہ ابتلاء تمہارے اندر کامل پاکیزگی پیدا کرنے کیلئے آئیں گے پھر معترضین پر اظہارِ تعجب کیا ہے کہ تمہاری روحانی موت پر مجھے تعجب ہوتا ہے ورنہ جسمانی موت پر تو تعجب کی کوئی وجہ نہیں ہوا کرتی۔ کیا جب کوئی شخص نمونیہ سے مر جائے تو لوگ اسے کہا کرتے ہیں کہ تمہاری موت پر ہمیں بڑا تعجب ہے۔ اس قسم کے الفاظ ہمیشہ روحانی موت پر استعمال کئے جاتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ واقعہ میں کئی لوگوں کو تعجب ہوا اور بعض دوستوں نے یہاں تک لکھ دیا کہ جب اتنے بڑے بڑے آدمی مُرتد ہو سکتے ہیں تو پھر نہ معلوم ہمارا کیا حال ہوگا۔ گویا انہوں نے تعجب کا اظہار کیا اور الہام میں بھی مؤمنوں کی طرف سے اسی تعجب کے اظہار کی خبر دی گئی تھی۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ الہام اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡھِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَھۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَھِّرَکُمۡ تَطۡھِیۡرًا [۴۱] بھی قرآن کریم کی آیت ہے اور اسی سورۃ کی آیت ہے جس کا ذکر

پہلے الہامات میں ہے یعنی سورۃ احزاب کی۔

پھر یہ امر بھی خاص اہمیت رکھتا ہے کہ یہ الہام جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے تین دفعہ قریب قریب زمانہ میں ہوا ہے چنانچہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ ۱۳۔ مارچ ۱۹۰۷ء کے یہ الہام پہلے دو دفعہ ہو چکا ہے اوّل یہ الہام ۲۲۔ جنوری ۱۹۰۷ء کو ہوا اور دوسری دفعہ ۳۔ فروری ۱۹۰۷ء کو اور دونوں دفعہ ان الہامات کے ساتھ ایک فتح یا آرام کا ذکر ہے۔ چنانچہ پہلے الہام کے بعد یعنی جو ۲۲۔ جنوری کو ہوا حضرت مسیح موعود علیہ السلام لکھتے ہیں:۔

''اس وحی کے بعد مَیں کسی کو آواز مار کر اس طرح سے پکارتا ہوں۔ فتح۔ فتح۔ گویا اُس کا نام فتح ہے''۔[۴۲]

اور دوسرے موقع پر جو الہام ہوا اس کے ساتھ یہ الہام ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لَکُمُ الْیُسْرَ [۴۳] کہ اے اہلِ بیت! تم نے گھبرانا نہیں کیونکہ اس ذریعہ سے خدا تعالیٰ تمہارے لئے سہولت بہم پہنچانا چاہتا ہے گویا یہ الہام بھی فتح پر دلالت کرتا ہے اس طرح جو تیسری دفعہ الہام ہوا ہے اس کے ساتھ بھی وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ [۴۴] کا الہام ہے جس کے معنی بھی کامیابی اور فضل کے ہیں اور جس کا مطلب یہ ہے کہ نوح کی کشتی جودی پہاڑ پر یعنی اس کے فضل اور احسان کے پہاڑ پر ٹھہر گئی۔

تیسری پیشگوئی

تیسری پیشگوئی جو اِن فتن کے متعلق ہے یہ ہے کہ ۲۶۔ مئی ۱۹۰۵ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ الہامات نازل ہوئے۔

۱۔ شَرُّ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ [۴۵] کہ شرارت ان لوگوں کی جن پر تو نے انعام کیا۔

۲۔ میں ان کو سزا دوں گا۔[۴۶]

۳۔ میں اس عورت کو سزا دوں گا۔[۴۷]

۴۔ پھر حضرت (اماں جان) کے متعلق الہام ہوا۔ رَدَّاِلَیْھَا رَوْحَھَا وَ رَیْحَانَھَا [۴۸] کہ اس فتنہ کے بعد خوشی اور راحت ان کی طرف واپس لائی جائے گی۔

اسی طرح الہام ہوا اِنِّیْ رَدَدْتُ اِلَیْھَا رَوْحَھَا وَ رَیْحَانَھَا [۴۹] کہ میں نے اس کے آرام اور راحت کو اس کی طرف لوٹا دیا۔

یہ الہام اس امر کو واضح کر رہا تھا کہ یہ فتنہ حضرت (اماں جان) کی زندگی میں آئے گا اور اس کے ذریعہ آپ کو بھی دکھ دیا جائے گا مگر خدا تعالیٰ آپ کو فتح دے گا اور آپ کی خوشی اور

راحت کے سامان آپ کیلئے واپس لائے گا۔

چوتھی پیشگوئی

اسی طرح ۱۹۔ فروری ۱۹۰۶ء کے الہامات ہیں۔ عورت کی چال۔ [۵۰] ایلی ایلی لما سبقتانی۔ [۵۱] بریّت۔ [۵۲]

ان الہامات سے معلوم ہوتا ہے کہ سلسلہ میں اس قسم کے الزامات کی بعض وارداتیں ہونے والی تھیں جن کا قبل از وقت خدا تعالیٰ نے اظہار کر دیا اور گو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں سے ہر الہام اپنی پوری تفصیل کے ساتھ موجودہ فتنہ پر چسپاں ہوتا ہے مگر بہر حال اجمالاً یہ تمام الہامات اس قسم کے فتنوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اور ان سے یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ ابھی اور بھی کئی قسم کے فتنے اُٹھنے والے ہیں۔

پانچویں پیشگوئی

پھر ۱۲۔ اپریل ۱۹۰۶ء کا الہام ہے وَیْلٌ لِّھٰذِہِ الْاِ مْرَاَۃِ وَبَعْلِھَا [۵۳] کہ اس عورت اور اس کے خاوند پر لعنت۔ گویا اس قسم کے فتنوں کے متعلق پانچ دفعہ الہامات ہوئے ہیں۔ اور یہ پانچوں پیشگوئیاں اس فتنہ کے ظہور سے پوری ہوئی ہیں خصوصاً تیسری پیشگوئی تو ایسی ہے کہ وہ کسی اور موقع پر قطعاً چسپاں نہیں ہوسکتی کیونکہ اس میں ان لوگوں کی شرارت کا بھی ذکر ہے جن پر انعام کیا گیا سزا کا بھی ذکر ہے اور اس امر کا بھی ذکر ہے کہ اس فتنہ سے حضرت (اماں جان) کو تکلیف پہنچے گی جس کے اندر ایک یہ پیشگوئی بھی مخفی تھی کہ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ہو چکی ہوگی اور حضرت (اماں جان) زندہ ہوں گی اور ان کی زندگی میں اس فتنہ کے ذریعہ آپ کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کی جائے گی مگر اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے خاندان کو فتح دے گا اور آپ کی خوشی اور راحت آپ کی طرف واپس لائے گا۔

چھٹی پیشگوئی

اب اس فتنہ کے متعلق ایک چھٹی پیشگوئی پیش کی جاتی ہے جو نہایت ہی زبردست پیشگوئیوں میں سے ایک پیشگوئی ہے اور جس میں اس فتنہ کی اتنی تفصیلات بیان کی گئی ہیں اور اس قدر عجیب در عجیب پیشگوئیاں اس میں کی گئی ہیں کہ انسان انہیں معلوم کر کے حیران رہ جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

''۷۔ دسمبر ۱۸۹۲ء کو ایک اور رؤیا دیکھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میں حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ بن گیا ہوں یعنی خواب میں ایسا معلوم کرتا ہوں کہ وہی ہوں اور خواب کے عجائبات

میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض اوقات ایک شخص اپنے تئیں دوسرا شخص خیال کر لیتا ہے۔ سو اُس وقت مَیں سمجھتا ہوں کہ مَیں علی مرتضیٰ ہوں اور ایسی صورت واقعہ ہے کہ ایک گروہ خوارج کا میری خلافت کا مزاحم ہو رہا ہے یعنی وہ گروہ میری خلافت کے امر کو روکنا چاہتا ہے اور اس میں فتنہ انداز ہے۔ تب میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس ہیں اور شفقت اور تَوَدُّدْ سے مجھے فرماتے ہیں کہ یَا عَلِیُّ دَعْھُمْ وَاَنْصَارَھُمْ وَزِرَاعَتَھُمْ یعنی اے علی! ان سے اور ان کے مددگاروں اور ان کی کھیتی سے کنارہ کر اور ان کو چھوڑ دے اور ان سے منہ پھیر لے۔ اور میں نے پایا کہ اس فتنہ کے وقت صبر کیلئے آنحضرت ﷺ مجھ کو فرماتے ہیں اور اعراض کیلئے تاکید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو ہی حق پر ہے مگر ان لوگوں سے ترکِ خطاب بہتر ہے۔ اور کھیتی سے مراد مولویوں کے پیروؤں کی وہ جماعت ہے جو ان کی تعلیموں سے اثر پذیر ہے جس کی وہ ایک مدت سے آبپاشی کرتے چلے آئے ہیں۔ پھر بعد اس کے میری طبیعت الہام کی طرف منحدر ہوئی اور الہام کے رو سے خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ ایک شخص مخالف میری نسبت کہتا ہے ذَرُوْنِیْ اَقْتُلْ مُوْسٰی یعنی مجھ کو چھوڑ و تا مَیں موسیٰ کو یعنی اِس عاجز کو قتل کر دوں''۔ [54]

اس رؤیا میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے آپ کو علیؓ کے مقام پر دیکھتے ہیں اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ خوارج کا ایک گروہ آپ کی خلافت میں مزاحم ہو رہا ہے۔ گویا بتایا گیا ہے کہ خوارج کا ایک گروہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خلافت کا مخالف ہوگا اور خوارج وہی لوگ ہیں جن میں سے بعض نے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے خلافت چھوڑ دینے کا مطالبہ کیا اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انہوں نے ایسا ہی مطالبہ کیا۔ فرق صرف یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وہ بطور جماعت ظاہر نہیں ہوئے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وہ بطور جماعت ظاہر ہو گئے اور الگ ہو گئے۔ خوارج کا خیال یہ ہے کہ خلافت کوئی مقام اور درجہ نہیں بلکہ اَلْحُکْمُ لِلّٰہِ وَالْاَمْرُ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ۔ حُکم اللہ کا ہے اور مسلمان آپس کے مشورہ سے جو کچھ چاہیں کریں۔ گویا ان کے نزدیک خلافت جماعت کو حاصل ہے نہ کہ فرد کو۔ وہ کہتے ہیں بیعت تو ہو سکتی ہے مگر وہ نظامی بیعت ہوگی' خلافت والی بیعت نہیں کہ اگر کوئی شخص ایک دفعہ خلیفہ ہو تو پھر وہ معزول ہی نہ ہو سکے بلکہ جب چاہیں گے اُس کو ہٹا دیں گے۔ یہ

خارجیوں کا عقیدہ ہے جو وہ رکھتے ہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اور الہام بھی ہے جس میں آپ کو بتایا گیا ہے کہ اُخْرِجَ مِنْہُ الْیَزِیْدِیُّوْنَ ۵۵ یعنی قادیان سے ایک یزیدی جماعت نکلے گی۔ اور یزیدی وہ تھے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا مقابلہ کیا مگر وہ شروع سے آپ کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ اور خوارج وہ تھے جو پہلے بیعت میں شامل تھے مگر بعد میں الگ ہو گئے۔ پس پہلی رؤیا اور اس الہام سے ظاہر ہوتا تھا کہ میری خلافت کے مقابلہ میں ایک گروہ تو وہ ہوگا جو ابتداء سے ہی میری بیعت میں شامل نہ ہوگا اور ایک گروہ وہ ہوگا جو شامل تو ہوگا مگر بعد میں میرا مخالف ہو جائے گا اور مجھ سے خلافت چھوڑ دینے کا مطالبہ کرے گا جیسے خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا۔

یزیدی گروہ پہلے غیر مبائعین کے ذریعہ ظاہر ہؤا اور اب مصری صاحب کے ذریعہ خوارج کا گروہ ظاہر ہؤا ہے۔

چنانچہ خوارج پہلے بیعت میں تھے پھر الگ ہوئے مصری صاحب بھی پہلے میری بیعت میں تھے اور پھر الگ ہوئے۔

چونکہ یہ ایک زبردست پیشگوئی ہے اور اس میں وہ مسائل وغیرہ بھی جن میں اختلاف ہونا تھا بتائے گئے ہیں اس لئے میں اس کو تفصیل سے بیان کرتا ہوں۔

اِس رؤیا میں بتایا گیا ہے کہ خوارج کا ایک گروہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خلافت کی ویسی ہی مخالفت کرے گا جیسے اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مخالفت کی تھی۔ پس تم مجھے علیؓ کی جگہ سمجھ لو اور مصری صاحب کو خوارج کی جگہ اور پھر دیکھو کہ یہ پیشگوئی کس شان کے ساتھ پوری ہوئی ہے۔ مگر چونکہ اس میں خوارج کا ذکر آتا ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ گروہ وہی حرکات کرے گا جو خوارج نے کیں اس لئے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ خوارج کون تھے اور ان کی ابتدا کس طرح ہوئی۔

خوارج کی ابتدا

خوارج کی ابتدا درحقیقت رسول کریم ﷺ کے زمانہ سے ہی ہوئی ہے چنانچہ ایک دن خدا کا وہ مقدس رسول جو دنیا میں امانت و دیانت قائم کرنے کیلئے آیا تھا صحابہؓ کے سامنے کھڑا تھا اور آپؐ کے سامنے وہ اموال پڑے تھے جو ایک جنگ میں فتح کے بعد مسلمانوں کو حاصل ہوئے اور جن کے متعلق خدا تعالیٰ کا

آپ کو یہ حکم تھا کہ آپ انہیں تقسیم کر دیں۔ آپ وہ اموال تقسیم فرما رہے تھے کہ:۔

رُوِیَ اَنَّ رَجُلاً اَسْوَدَ مُضْطَرِبَ الْخَلْقِ غَائِرَ الْعَیْنَیْنِ نَاتِیَ الْجَبْهَةِ مُخْدَجَ الْیَدِ شَدِیْدَ بَیَاضِ الثَّوْبِ یُقَالُ لَهٗ عَمْرٌو ذُوالْخُوَیْصِرَةِ اَوِ الْخُنَیْصِرَةِ وَقَفَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَقْسِمُ بَعْضَ الْغَنَائِمِ فَقَالَ لَقَدْ رَأَیْتُ قِسْمَةً مَّا اُرِیْدَ بِهَا وَجْهُ اللّٰهِ [۵۶]

یعنی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص جو کالے رنگ کا تھا جس کے جسم کی بناوٹ میں بعض نقص تھے جس کی آنکھوں میں گڑھے پڑے ہوئے تھے جس کے ماتھے کی ہڈی باہر نکلی ہوئی تھی اور جس کے ایک ہاتھ میں بھی نقص تھا اور جو عام طور پر سفید لباس پہننے کا عادی تھا۔ جسے عمرو ذوالخویصرہ یا خنیصرہ کہا کرتے تھے رسول کریم ﷺ کی پیٹھ کے پیچھے آ کھڑا ہو گیا۔ آپ اُس وقت غنیمت کے اموال مسلمانوں میں تقسیم فرما رہے تھے۔ جب آپ مال تقسیم کر چکے تو اُس نے گردن اُٹھائی اور کہا آج میں نے مال کی وہ تقسیم دیکھی ہے جس میں خدا تعالیٰ کی خوشنودی کو ہرگز مدنظر نہیں رکھا گیا۔

فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی تَوَرَّدَ خَدَّاهُ وَقَالَ لَهٗ وَیْحکَ فَمَنْ یَّعْدِلُ اِذَا لَمْ اُعْدِلُ [۵۷]

یہ سن کر رسول کریم ﷺ کے چہرہ پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہوئے یہاں تک کہ آپ کے کلے سرخ ہو گئے اور آپ نے فرمایا تیرا ستیاناس ہو اگر میں عدل نہیں کروں گا تو پھر دنیا میں اور کون عدل کرے گا۔

ثُمَّ قَالَ أَیَأْمَنُنِی اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ وَلَاتَاْمَنُوْنَنِیْ وَقَامَ اَبُوْبَکْرٍوَّ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِلَی الرَّجُلِ لِیَقْتُلَاهُ فَوَجَدَاهُ یُصَلِّیْ فَلَمْ یَجْسُرَا عَلٰی قَتْلِهٖ ثُمَّ قَامَ عَلِیٌّ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ فَلَمْ یَجِدْهُ فَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَوْ قُتِلَ هٰذَا مَا اخْتَلَفَ اثْنَانِ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنَّهٗ سَیَکُوْنُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ کَمَا یَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِیَّةِ [۵۸]

پھر آپ نے فرمایا خدا نے تو ساری دنیا کی حفاظت وامانت کا کام میرے سپرد کر دیا ہے مگر تم مجھے اپنے تھوڑے سے مال میں بھی امین نہیں سمجھتے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اس شخص کی تلاش کی تاکہ اسے قتل کر دیں مگر انہوں نے دیکھا کہ وہ بڑی لمبی

نماز پڑھ رہا ہے۔ یہ دیکھ کر ان کے دل میں خوف پیدا ہوا اور اُس کے قتل کی انہوں نے جرأت نہ کی۔ پھر حضرت علیؓ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ میں اُسے ضرور قتل کروں گا چنانچہ انہوں نے اسے ڈھونڈا مگر وہ نہ ملا۔ رسول کریم ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ اگر یہ شخص آج مارا جاتا تو اسلام میں آئندہ کبھی فتنہ پیدا نہ ہوتا اور خدا تعالیٰ کے دین کے بارے میں کبھی اختلاف پیدا نہ ہوتا۔ مگر اب اس قسم کے لوگ جو اس شخص کے طریق کی اتباع کرنے والے ہوں گے امتِ محمدیہ میں پیدا ہوں گے۔ وہ بظاہر بڑے دیندار ہوں گے، بڑی بڑی لمبی نمازیں پڑھنے والے ہوں گے مگر وہ دین سے اسی طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ اگر میرے زمانہ میں یہ شخص ہلاک ہو جاتا تو آئندہ اس سے نِفاق کا سلسلہ نہ چلتا مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں اسی قسم کے لوگوں کی وجہ سے اسلام میں فتنہ پیدا ہونے والا ہے۔

خوارج کی فتنہ انگیزیوں کی تفصیل

اب ہم دیکھتے ہیں کہ خوارج کون تھے؟ خوارج کا گروہ درحقیقت انفرادی طور پر حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ظاہر ہوا تھا اور ایک مصری شخص عبداللہ بن سبا کے اثر کے نیچے تھا (یہ شخص درحقیقت مصری نہیں بلکہ یمنی تھا لیکن چونکہ یہ یمن سے مصر میں آباد ہو گیا تھا اس لئے مصری کہلاتا تھا۔ جیسے مصری صاحب کچھ عرصہ مصر میں ٹھہرنے کی وجہ سے مصری کہلاتے ہیں) انہوں نے بھی حضرت عثمانؓ سے خلافت سے عزل کا مطالبہ کیا تھا اور کہا تھا کہ آپ گندے آدمی ہیں، آپ جیسا شخص خلافت کا اہل نہیں ہوسکتا۔ اور پھر اسی گروہ کے آدمیوں نے آپ کو قتل کیا۔ مگر بعد میں جب دیکھا کہ اگر ہم اب بھی مخالف رہے تو مسلمان ہمیں تباہ کر دیں گے جھٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا ملے اور کہنے لگے اے علی! اُٹھیے اور لوگوں کی بیعت لیجئے اور خلافت کی اس شدت سے تائید کی اور خلافت کی تائید میں اتنی پُر جوش تقریریں کیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اُن کی حقیقت مشتبہ ہو گئی اور وہ ان کو بری خیال کرنے لگ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت معاویہ نے مطالبہ کیا کہ حضرت عثمانؓ کا ان لوگوں سے قصاص لیا جائے تو حضرت علیؓ نے کہا یہ تو بڑے اچھے لوگ ہیں اور دین کا درد رکھنے والے ہیں، یہ کس طرح قاتل ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد جب حضرت علیؓ کی حضرت معاویہ سے جنگ ہوئی جو جنگِ صِفّین کہلاتی ہے تو اُس وقت آپ نے لشکر کے تین حصے کر دیئے۔ ایک حصہ کا افسر آپ نے اَلْاُشْتر کو بنایا دوسرے حصہ کا افسر حضرت عبداللہ بن عباس کو اور تیسرے حصہ کو اپنے ماتحت رکھا۔ جو لوگ حضرت علیؓ کے ماتحت تھے وہ کوفی

تھے اور ان ہی نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا تھا۔ حضرت علیؓ نے سمجھا یہ لوگ سخت مزاج ہیں یہی بہتر ہے کہ میں خود اِن کی نگرانی کروں۔ مگر ہوُا کیا؟ ہوُا یہ کہ جب آپ کے سپہ سالار اَشتر نے ایک طرف سے اور حضرت عبداللہ بن عباس نے دوسری طرف سے حملہ کیا تو یہ حملہ انہوں نے ایسی سختی سے کیا کہ شامی لشکر کے پاؤں اُکھڑ گئے اور اُس کے سپاہی میدانِ جنگ سے بے تحاشہ بھاگنے لگے اور یوں معلوم ہونے لگا کہ چند گھنٹوں میں ہی شامی لشکر کو شکستِ فاش ہو جائے گی۔ اس کے اکثر سپاہی یا تو مارے جائیں گے یا میدانِ جنگ سے بھاگ جائیں گے اور اس طرح حضرت علیؓ تمام عالَمِ اسلام کے خلیفہ ہو جائیں گے۔ مگر جس وقت حضرت معاویہ کے لشکر کو شکست ہونے لگی تو حضرت عمرو بن العاص نے حضرت معاویہ کو مشورہ دیا کہ اب مقابلہ کرنا فضول ہے۔ اب صرف ایک ہی صورت باقی ہے اور وہ یہ کہ ہمارا ہر سپاہی اپنے اپنے نیزہ پر قرآن اُٹھا لے اور کہے کہ آؤ قرآن کریم سے فیصلہ کر لو۔ جو قرآن فیصلہ کرے گا وہ ہمیں منظور ہو گا چنانچہ حضرت معاویہ نے حُکم دیا اور ہر سپاہی نے اپنے نیزہ پر قرآن کریم بلند کر کے کہنا شروع کر دیا کہ اے مسلمانو! آپس میں لڑ کر اسلام کو کیوں کمزور کرتے ہو آؤ اور قرآن کی رو سے فیصلہ کر لو جو قرآن فیصلہ کرے گا وہ ہمیں منظور ہو گا۔ یہ دیکھتے ہی وہ لشکر جس کی کمان پر حضرت علیؓ تھے اُس نے شور مچانا شروع کر دیا اور کہنا شروع کر دیا کہ اب جبکہ وہ قرآن کریم سے فیصلہ پر راضی ہیں تو ہمیں نہیں لڑنا چاہئے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض شامیوں نے اِن کوفیوں کو جو حضرت علیؓ کے ماتحت تھے رشوت دی ہوئی تھی اور پہلے سے آپس میں ساز باز کر رکھی تھی کہ جب ہم قرآن بلند کریں تو تم لڑنے سے انکار کر دینا اور کہنا کہ اب لڑائی فضول ہے' قرآن سے اِس جھگڑے کا فیصلہ کرنا چاہئے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ حضرت معاویہ نے اِس قسم کا مشورہ دیا ہو۔ میرا یہ خیال ہے کہ حضرت معاویہ کے لشکر کے بعض سرداروں نے اپنی طرف سے اس قسم کی ضرور کوششیں کی تھیں کہ وہ حضرت علی کے لشکر سے ایک حصہ کو ساتھ ملا لیں چنانچہ جب انہوں نے قرآن کریم کو نیزوں پر بلند کر دیا تو وہ لشکر جس کی کمان حضرت علیؓ کر رہے تھے اُس نے یکدم اپنی تلواریں رکھ دیں اور کہنے لگے لیجئے اب فیصلہ ہو گیا جب قرآن سے وہ اس جھگڑے کا فیصلہ ماننے کیلئے تیار ہیں تو لڑائی سے کیا فائدہ؟ حضرت علیؓ نے کہا وہ پہلے کب کہا کرتے تھے کہ ہم قرآن نہیں مانتے وہ تو پہلے بھی یہی کہا کرتے تھے جواَب کہتے ہیں۔ سوال تو یہ ہے کہ آیا قرآن کریم کی آیتوں کے وہ وہی معنی کرتے ہیں جو ہم کرتے ہیں اور اگر وہ ان معنوں کو ماننے کیلئے تیار نہیں جو ہم کرتے ہیں تو اس جھگڑے کا فیصلہ کس طرح ہو سکتا

ہے۔غرض حضرت علیؓ نے انہیں بہت سمجھایا مگر وہ نہ مانے اور کہا کہ قرآن کے خلاف ہم کس طرح جا سکتے ہیں اس پر حضرت علیؓ نے کہا وہ دھوکا کر رہے ہیں چنانچہ فرمایا:۔

عِبَادَ اللّٰہِ امْضُوْا عَلٰی حَقِّکُمْ وَصِدْقِکُمْ وَقِتَالِ عَدُوِّکُمْ .... فَاِنِّیْ اِنَّمَا اُقَاتِلُھُمْ لِیَدِیْنُوْا لِحُکْمِ الْکِتَابِ فَأِنَّھُمْ قَدْعَصَوُا اللّٰہَ فِیْمَا اَمَرَھُمْ وَنَسُوْا عَھْدَہٗ وَنَبَذُوْا کِتَابَہٗ[59]

کہ اے اللہ کے بندو! خدا نے جو تمہیں حق دیا ہے' خدا نے جو تمہیں سچائی دی ہے اس پر قائم رہتے ہوئے ہتھیار مت پھینکو اور دشمنوں سے لڑائی کرتے چلے جاؤ کیونکہ مَیں جو اِن سے لڑ رہا ہوں یہ اس لئے نہیں کہ وہ قرآن نہیں مانتے بلکہ اس لئے کہ وہ قرآن کے غلط معنی کرتے ہیں انہوں نے خدا تعالیٰ کے ان احکام کی نافرمانی کی ہے جو اُس نے دیئے اور انہوں نے خلافت کی اہمیت کے عہد کو بُھلا دیا اور کتاب اللہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا ہے پس ان سے لڑو اور لڑتے چلے جاؤ۔مگر ان لوگوں نے چونکہ رشوتیں کھائی ہوئی تھیں اور بعض ان میں سے بیوقوف تھے اس لئے انہوں نے حضرت علیؓ کی کوئی بات نہ سنی۔ حضرت علیؓ نے بہتیرا کہا کہ آخر مَیں ان کو قرآن ہی کی طرف تو بلا رہا تھا اگر وہ اس پر راضی ہوتے تو کیوں پہلے مقابلہ کرتے۔مگر انہوں نے کہا نہیں تم صرف یہ خود غرضی سے کہتے ہو۔تمہیں بس اپنی خلافت کا فکر ہے تمہیں اس سے کیا کہ مسلمان تباہ ہوتے ہیں یا بچتے ہیں۔تم تو اپنی خلافت کو لئے بیٹھے ہو اور تمہیں اس امر کی کوئی پرواہ نہیں کہ مسلمانوں کا کیا حال ہو رہا ہے۔حضرت علیؓ نے انہیں پھر سمجھایا مگر وہ پھر بھی نہ مانے اور آخر انہوں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ یا تو جنگ فوراً بند کر دو نہیں تو ہم ابھی تم کو عثمانؓ کی طرح قتل کر دیں گے یا پکڑ کر معاویہ کے لشکر کے سپرد کر دیں گے۔حضرت علیؓ نے کہا اچھا جس طرح چاہو کرو مگر میرے آج کے انکار کو یاد رکھنا اور اگر میرا کہنا مانتے ہو تو لڑائی جاری رکھو اور اگر میرا کہنا نہیں ماننا اور تم میرے نافرمان ہو چکے ہو تو پھر تم مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔جو تمہارے جی میں آتا ہے کرو۔ انہوں نے کہا بس اب فیصلہ کا طریق یہی ہے کہ اَلْاَشْتر کو فوراً بُلواؤ اور اسے کہو کہ لڑنا چھوڑ دے۔ حضرت علیؓ نے اشتر کی طرف آدمی بھیجا کہ اُسے بُلا لاؤ۔ وہ کہنے لگا کچھ خدا کا خوف کرو کبھی کوئی سپہ سالار کو بھی دشمن کے مقابلہ سے بُلوایا کرتا ہے اگر میں یہاں سے تھوڑی دیر کیلئے بھی چلا گیا تو ہمیں جو فتح ہوئی ہے فوراً شکست سے بدل جاوے گی۔پس مجھے مت بُلواؤ۔دشمن کی شکست میں بس تھوڑی دیر ہی رہتی ہے اس کے بعد میں آ جاؤں گا۔ جب وہ آدمی یہ پیغام لے کر حضرت علیؓ

کے پاس پہنچا اور حضرت علیؓ نے بتایا کہ الاشتر نے یہ جواب بھجوایا ہے تو وہ حضرت علیؓ سے کہنے لگے ہم تمہاری چالاکیوں کو جانتے ہیں تم نے جو پیغامبر بھیجا تھا اسے یہ سمجھا کر بھیجا تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے اشتر کی طرف سے جواب آ کر دے دینا۔ حضرت علیؓ نے کہا میں تو تمہارے فائدہ کیلئے کہہ رہا ہوں۔ اشتر لڑ رہا ہے اور تھوڑی دیر میں ہی خدا تعالیٰ تمہیں فتح دے دے گا۔ تم اسے میدانِ جنگ سے نہ بلاؤ۔ وہ کہنے لگے بُلوانا ہے تو فوراً بلواؤ ورنہ ہم ابھی تمہیں قتل کر دیں گے۔ حضرت علیؓ نے آخر پیغامبر کو کہا تم پھر جاؤ اور اَلاُ شتر کو سارا حال سنا دو۔ اشتر نے کہا تم یہ تو سوچو میں کتنا بڑھ رہا ہوں (اَلاُ شتر کوئی اچھے اخلاق کا آدمی نہ تھا۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف جو فتنہ اُٹھا یہ اُس میں شامل تھا مگر بعد میں معلوم ہوتا ہے اس نے توبہ کر لی۔ یہ لڑائی کے وقت بڑا جوش پیدا کر دیا کرتا تھا اور اس کا طریق یہ تھا کہ یہ نیزہ لیکر دشمن کے لشکر میں گھس جاتا اور اپنے سپاہیوں سے کہتا اگر مجھے بچانا ہے تو بچالو چنانچہ وہ دشمن پر ٹُوٹ پڑتے اور اُسے پسپا کر دیتے۔ پھر وہ نیزہ لیکر اور آگے بڑھ جاتا اور دشمن کے لشکر میں گھس جاتا اور پھر اپنے سپاہیوں سے کہتا اگر مجھے بچانا ہے تو بچالو اور سپاہی پھر ٹُوٹ پڑتے۔ اس طرح وہ قلبِ لشکر میں گھستا چلا جاتا۔ حضرت علیؓ کو اس پر اتنا اعتماد تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے اگر میرے پاس دو اَشتر ہوتے تو مجھے یہ تکلیفیں نہ پہنچتیں) پھر اشتر کہنے لگا فتح ہونے میں چند منٹوں کی دیر ہے ابھی میں ان لوگوں کو قتل کر دیتا ہوں یا قید کر کے تمہارے پاس لاتا ہوں تم مجھے چند منٹ کی مُہلت دے دو مگر اِس جواب پر وہ پھر برافروختہ ہو گئے اور انہوں نے کہا بس یا تو اشتر کو بُلواؤ نہیں تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ حضرت علیؓ نے پھر اَشتر کی طرف پیغامبر بھیجا اور کہا کہ تمہارے سامنے اب دو باتیں ہیں یا تو دشمن پر فتح حاصل کر وا ور یا اگر چاہتے ہو تو علی کا سر معاویہ کے خیمہ میں پہنچا دو۔ اشتر نے جب یہ سنا تو کہنے لگا کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اور میدانِ جنگ سے واپس آ گیا اور اُس نے ان لوگوں کو سخت ڈانٹا اور کہا تم مجھے دس منٹ کی مُہلت دے دو میں ابھی اس مصیبت کا خاتمہ کر دیتا ہوں مگر وہ کہنے لگے ہم ان باتوں کو نہیں جانتے انہوں نے نیزوں پر قرآن اُٹھایا ہؤا ہے اور اب ہمارے لئے سوائے اس کے کوئی صورت نہیں کہ ہم قرآن سے اپنے اس جھگڑے کا فیصلہ کریں۔ وہ کہنے لگا نالائقو! تم سے بہتر لوگ حضرت علیؓ کی طرفداری کرتے ہوئے اس جنگ میں مارے گئے ہیں کیا وہ خلافِ قرآن طریق پر چل کر مارے گئے ہیں اور کیا وہ جہنمی ہیں؟ وہ کہنے لگے ہم کچھ نہیں جانتے۔ جب انہوں نے قرآن اُٹھا لیا تو اور کیا رہا۔ معلوم ہوتا ہے انہوں نے رشوتیں کھائی ہوئی تھیں جس کی وجہ سے

وہ اس قدر ان کی تائید کر رہے تھے یا پھر ممکن ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت عثمانؓ کے قتل کی انہیں یہ سزا مل رہی ہو۔ بہرحال جب معاملہ طُول پکڑ گیا اور وہ اپنے اس ارادہ سے باز نہ آئے تو حضرت معاویہ کے لشکر کی طرف ایک آدمی بھیجا گیا کہ وہ جا کر پوچھ آئے کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ جب اس نے پوچھا تو وہ کہنے لگے بس ہم یہ چاہتے ہیں کہ کمیشن بیٹھ جائے اور وہ جو فیصلہ کر دے اسے منظور کر لیا جائے۔ گویا فیصلہ تحکیم پر ہؤا یعنی دونوں طرف کے حَکم جو فیصلہ کریں وہ منظور ہو۔ حضرت علیؓ نے اس سے بہت روکا اور فرمایا یہ دین کا معاملہ ہے' اس میں کمیشن بٹھانے کا کیا مطلب ہے؟ وہ کہنے لگے کمیشن آخر قرآن کے مطابق ہی فیصلہ کرے گا قرآن کے خلاف فیصلہ تو نہیں کر سکتا۔ حضرت علیؓ نے کہا اے نالائقو! مَیں نے رسول کریم ﷺ سے قرآن سُنا ہؤا ہے اور میں اسے تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ میری یہ بات مان لو کہ ایسے معاملات میں کمیشن نہ بٹھایا جائے لیکن خوارج باز نہ آئے اور انہوں نے کہا بہتر تجویز یہی ہے کہ کمیشن بیٹھے۔ آخر اہلِ شام نے عمرو بن العاص کو حَکم مقرر کیا اور جب حضرت علیؓ نے ان کوفیوں سے پوچھا کہ ہماری طرف سے کون حَکم ہوگا تو انہوں نے کہا ہماری طرف سے ابوموسیٰ اشعری ہوں گے۔ حضرت علیؓ نے کہا تم نے ایک بات میں میری نافرمانی کی ہے اب دوسری میں نہ کرو اور میری اس نصیحت کو مان لو کہ ابوموسیٰ اشعری کو حَکم مقرر نہ کرو۔ وہ کہنے لگے تو پھر اور کس کو مقرر کریں؟ حضرت علیؓ نے کہا عبداللہ بن عباس کو مقرر کر لو۔ وہ کہنے لگے خُوب ابن عباس چونکہ تمہارا رشتہ دار ہے اس لئے تم چاہتے ہو کہ وہ حَکم بنے تا وہ تمہاری تائید میں فیصلہ کرے حضرت علیؓ نے کہا اچھا عبداللہ بن عباس اگر میرا رشتہ دار ہے تو اَشتر تو رشتہ دار نہیں اسے مقرر کر لو۔ انہوں نے کہا واہ! اَشتر نے ہی تو سارا فساد کیا ہے اسے حَکم کس طرح مقرر کریں۔ حضرت علیؓ نے کہا پھر جس طرح مرضی ہو کرو اور ابوموسیٰ اشعری تو اتنا سادہ آدمی ہے کہ وہ جاتے ہی پھنس جائے گا۔

مجھے اِس واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کوفیوں اور شامیوں کے درمیان ضرور کوئی سازش تھی اور رشوت چلی ہوئی تھی ورنہ جب تک سازش نہ ہو اِس قدر اصرار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اصرار کرنا ہی بتاتا ہے کہ پہلے سے آپس میں انہوں نے یہ فیصلہ کر رکھا تھا کہ ابوموسیٰ اشعری کو حَکم مقرر کرائیں گے وہ چونکہ زیادہ سمجھدار نہیں اس لئے جس طرح چاہیں گے ان سے منوا لیں گے آخر حضرت علی اور حضرت معاویہ کے لشکر کے درمیان ایک معاہدہ لکھا گیا جس کے الفاظ یہ تھے کہ:۔

هٰذَا مَاتَقَاضٰی عَلَیْهِ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ وَّ مُعَاوِیَةُ بْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ – قَاضٰی

عَلِیٌّ عَلٰی اَھْلِ الْکُوْفَةِ وَمَنْ مَّعَھُمْ وَقَاضٰی مُعَاوِیَةُ عَلٰی اَھْلِ الشَّامِ وَمَنْ مُّعَھُمْ- اِنَّنَا نَنْزِلُ عِنْدَ حُکْمِ اللّٰہِ وَکِتَابِہٖ وَ اَنْ لَّا یَجْمَعَ بَیْنَنَا غَیْرُہٗ وَ اَنَّ کِتَابَ اللّٰہِ بَیْنَنَا مِنْ فَاتِحَتِہٖ اِلٰی خَاتِمَتِہٖ- نُحْیِیْ مَا اَحْیَا وَنُمِیْتُ مَا اَمَاتَ فَمَا وَجَدَ الْحَکَمَانِ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ وَھُمَا اَبُوْمُوْسٰی عَبْدُاللّٰہِ بْنُ قَیْسٍ وَ عَمْرُوبْنُ الْعَاصِ عَمِلَا بِہٖ وَمَا لَمْ یَجِدَاہُ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ فَالسُّنَّةَ الْعَادِلَةَ الْجَامِعَةَ غَیْرَ الْمُفَرَّقَةِ۔[۶۰]

یعنی یہ وہ اقرار نامہ ہے جو علی ابن ابی طالب اور معاویہ ابن ابی سفیان کے درمیان لکھا گیا ہے حضرت علی نے اہلِ کوفہ اوران تمام لوگوں کی طرف سے جو ان کے ساتھ ہیں ایک حَکم مقرر کیا ہے اسی طرح معاویہ نے اہلِ شام اوران تمام لوگوں کی طرف سے جواُن کے ساتھ ہیں ایک حَکم مقرر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اُس کے حُکم کو قاضی قرار دے کر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حُکم اور خدا تعالیٰ کی کتاب کے حُکم کے سِوا ہم کسی اور بات کا اس معاملہ میں دخل نہیں ہونے دیں گے اور یہ کہ ہم سورۃ فاتحہ سے لے کر والناس تک تمام قرآن شریف کو مانتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ قرآن کریم جن کاموں کے کرنے کا ہمیں حُکم دے گا ہم ان کی تعمیل کریں گے اور جن سے منع کرے گا اُن سے رُک جائیں گے۔ دونوں حَکم جو مقرر ہوئے ہیں وہ ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اور عمرو بن العاص ہیں یہ دونوں جو کچھ کتاب اللہ میں پائیں گے اس کے مطابق فیصلہ کریں گے اور اگر کتاب اللہ میں نہیں پائیں گے تو سنّت عادلہ جامعہ غیر مختلف فیہا پر عمل کریں گے۔

ہاں ایک تیسری بات جس سے کوفیوں اور شامیوں میں سازش کا پتہ چلتا ہے یہ ہے کہ جب حضرت علیؓ نے کہا کہ یہ کمیٹی فلاں جگہ بیٹھ جائے اور معاملات پر غور وخوض کرے تو حضرت علیؓ کے ساتھی کہنے لگے ہم تو اِس کمیٹی کو شام کے قریب بٹھائیں گے تا اس پر تمہارا اثر نہ ہو۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ درحقیقت معاویہ کے ساتھ تھے اور محض فتنہ پیدا کرنے کیلئے حضرت علیؓ سے ملے ہوئے تھے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے اپنے لشکر سے اور حضرت معاویہ نے اپنے لشکر سے اس بات کا اقرار لیا کہ فیصلہ سنانے کے بعد حکمین کے جان و مال اور اہل وعیال سب محفوظ رہیں گے اور کسی کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جائے گی۔ چنانچہ دونوں لشکروں نے اس کا اقرار کیا مگر ابھی اس معاہدہ کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی تھی کہ ایک فریق انہی میں سے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا دین کے معاملہ میں کمیشن کیسا؟ کیا ہم نے ان دو شخصوں کے ہاتھ میں اپنا ایمان بیچ دیا ہے کہ یہ جو

کچھ کریں گے وہ ہمیں منظور ہو گا۔

حضرت علیؓ نے کہا میں نے تو تمہیں پہلے کہہ دیا تھا اور اس تحکیم سے روکا تھا۔ وہ کہنے لگا تو پھر زور سے ہمیں روکا کیوں نہیں؟ اس کا تو یہ مطلب ہے کہ اگر ہم جھوٹ کی تائید کریں گے تو تم بھی تائید کر دو گے؟ میں اس واقعہ سے بھی سمجھتا ہوں کہ ان دونوں لشکروں کی ضرور آپس میں سازش تھی کیونکہ پہلے انہوں نے یہ شور مچایا کہ کمیشن مقرر کرو۔ اگر کمیشن مقرر نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے راز فاش ہونے سے ڈرتے ہو اور جب ان کے اصرار پر کمیشن مقرر کر دیا گیا تو انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ کیا ہم نے ان دونوں کے ہاتھ میں اپنے ایمان بیچ دیئے ہیں دین کے معاملہ میں تحکیم کیسی؟ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کہتے ہیں کہ کوئی بوڑھا شخص تھا جس کی یہ عادت تھی کہ وہ شادیاں کرتا اور پھر معمولی سی بات پر عورت کو طلاق دے کر الگ کر دیتا اور اس کا جو کچھ مال ہوتا وہ اپنے قبضہ میں کر لیتا۔ وہ پہلے ہی مالدار تھا مگر اس طریق سے اس کے پاس اور بھی زیادہ مال جمع ہو گیا اور لوگ بھی اس لالچ میں کہ اگر کل یہ بُڈھا مر گیا تو مال ہمیں مل جائے گا اس سے اپنی لڑکیاں بیاہ دیتے مگر وہ تھوڑے ہی دنوں میں طلاق دے دیتا۔ آخر ایک عورت نے جو بڑی چالاک تھی اس سے شادی کی چند دن تو گزرے مگر آخر اس نے چاہا کہ اسے بھی طلاق دے دے لیکن اسے کوئی نقص معلوم نہ ہوا اور عورت نے ایسی عمدگی سے گھر کا کام چلایا کہ وہ کوئی نقص معلوم نہ کر سکا۔ ایک دن وہ سخت تنگ آ گیا اور کہنے لگا یہ مرتی بھی نہیں اور اس کے کام میں کوئی نقص بھی نہیں ہوتا کہ اسے طلاق دوں' کیا کروں۔ مگر پھر تھوڑی دیر کچھ سوچ کر باورچی خانہ میں چلا گیا اور اپنی عورت سے کہنے لگا آج میں یہیں کھانا کھاؤں گا۔ اس نے کہا شوق سے بیٹھئے اور کھانا کھایئے۔ وہ وہیں بیٹھ گیا اور عورت نے پُھلکے پکانے شروع کر دیئے۔ یہ دیکھ کر وہ بُڈھا کھڑا ہو گیا اور اس نے جوتا ہاتھ میں لیکر اس کے سَر پر مارنا شروع کر دیا اور کہا یہ خباثت؟ روٹیاں تو تو ہاتھ سے پکاتی ہے کُہنیاں کیوں ہلتی ہیں؟ وہ عورت تھی بڑی ہوشیار کہنے لگی صاحب! آپ خاوند اور میں بیوی۔ جوتی جس وقت چاہیں ماریں مگر دیکھیں غصہ سے معدہ خراب ہوتا ہے اور آپ کی عمر ایسی نہیں کہ معدہ کی کوئی تکلیف آپ برداشت کر سکیں۔ آپ کھانا کھا لیجئے۔ کھانا کھانے کے بعد جتنا چاہیں مجھے ماریں۔ خیر یہ بات اُس کی سمجھ میں بھی آ گئی اور اس نے دل میں یہ خیال کر لیا کہ چلو ایک حق تو قائم ہو ہی گیا ہے بعد میں اسے ماریں گے۔ چنانچہ اُس نے روٹی کھانا شروع کر دی مگر ابھی اُس نے چند لُقمے ہی کھائے تھے کہ عورت نے اُچک کر جوتا اُٹھایا اور

تڑاق سے اس کے سر پر مارنا شروع کر دیا اور کہا کمبخت! روٹی تو تو منہ سے کھاتا ہے تیری داڑھی کیوں ہلتی ہے؟

پس جس طرح وہ بڈھا کبھی کوئی بہانہ تلاش کرتا تھا اور کبھی کوئی۔ یہی حال خوارج کا تھا۔ جب انہوں نے کمیشن کا مطالبہ کیا اور حضرت علیؓ نے انکار کیا تو کہنا شروع کر دیا کہ دیکھا یہ قرآن نہیں مانتے۔ شامیوں نے اپنے نیزوں پر قرآن اُٹھائے ہوئے ہیں اور یہ اپنی بات پر ضد کئے ہوئے ہیں۔ اور جب کمیشن کا تقرر تسلیم کرلیا تو کہنا شروع کر دیا کہ دین کے معاملہ میں کمیشن کیسا' ہم کوئی کمیشن کے تابع ہیں کہ اس کی بات مان لیں؟ یہی حال مَیں سمجھتا ہوں مصری پارٹی کا بھی ہے۔ میں نے تو حضرت علیؓ کے واقعات دیکھتے ہوئے کمیشن کا تقرر تسلیم ہی نہیں کیا لیکن اگر مَیں تسلیم کر لیتا تو پھر یہی لوگ یہ کہنا شروع کر دیتے کہ جب خود انہوں نے کمیشن تسلیم کر لیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہیں خود بھی شُبہات ہیں ورنہ دین کے معاملہ میں کمیشن کیسا۔

غرض معاہدہ لکھا گیا اور لشکر ایسی حالت میں لَوٹا کہ اس میں لڑائی تھی اور بُغض ظاہر تھا۔ ایک کہتا جب انہوں نے قرآن کو نیزوں پر بلند کر دیا تو اس کے بعد اور کیا رہا پس یہی طریق فیصلہ تھا کہ لڑائی بند کی جاتی اور ایک ایسا کمیشن مقرر کیا جاتا جو کتاب اللہ کے ماتحت ہمارے درمیان فیصلہ کرتا۔ دوسرا کہتا کہ خدا کی باتوں میں کسی انسان کا فیصلہ ماننے کے کیا معنی ہیں کیا خدا تعالیٰ کے احکام کے بارے میں بھی آدمیوں میں فیصلے ہؤا کرتے ہیں۔ آخر اسی بحث وتمحیص میں جب حضرت علیؓ کوفہ میں پہنچے تو وہ لوگ جو تحکیم کے مخالف ہو گئے تھے وہ کوفہ میں داخل نہ ہوئے بلکہ حضرت علیؓ کے لشکر سے الگ ہو کر حروراء میں چلے گئے۔ وہ بارہ ہزار آدمی تھے ان سب نے کہا کہ ہم علیؓ کے ساتھ جانے کیلئے تیار نہیں جو دین کے معاملہ میں آدمیوں کا فیصلہ ماننے کیلئے تیار ہو گیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ امیر جنگ شبت بن ربعی التمیمی ہوگا۔ ''اَمِیْرَ الصَّلٰوۃِ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ الْکُوَّا الْیَشْکُرِیُّ وَالْاَمْرُ شُوْرٰی بَعْدَ الْفَتْحِ وَالْبَیْعَۃُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ''۔ [۱۶] یعنی معاملات کو مشورہ سے طے کیا جائے گا۔ بیعت خدائے عَزَّوَجَلَّ کی ہوگی اور ہمارا کام نیک باتوں کا حُکم دینا اور بُری باتوں سے روکنا ہوگا۔ کوئی شبہ کر سکتا ہے کہ شاید یہ لوگ جو تحکیم کے مخالف تھے یہ کوئی اور تھے اور جنہوں نے تحکیم کی تائید کی تھی وہ کوئی اور ہوں گے۔ مگر تاریخ سے ایک اور ایک دو کی طرح ثابت ہے کہ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اس بات پر زور دیا تھا کہ ضرور فیصلہ اسی طرح ہونا چاہئے کہ ایک کمیشن مقرر ہو جو قرآن کے

مطابق فیصلہ کرے۔ اس کے مقابلہ میں جو لوگ مستقل رہے ان کی یہ حالت تھی کہ حضرت علیؓ خطبہ پڑھانے کیلئے آئے تو وہ ایک جوش کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور انہوں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ ہم آپ کی دوبارہ بیعت کرتے ہیں اور اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ جس کے آپ دوست ہوں گے اس کے ہم دوست ہوں گے اور جس کے آپ دشمن ہوں گے اس کے ہم دشمن ہوں گے۔ جب انہوں نے یہ کہا تو حروری کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا اہلِ شام اور تم دونوں کافر ہو کیونکہ تم انسانوں کی فرمانبرداری کا کُلّی وعدہ کرتے ہو اور یہ بے دینی اور شرک ہے۔ اس پر ایک شخص نے ان کو جواب دیا کہ یہ تو تمہاری شرارت کے جواب میں کہا گیا ہے۔ ورنہ علیؓ نے تو ہم سے یہی بیعت لی ہے کہ کتاب وسنت پر عمل ہوگا اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ **ھُوَ عَلَی الْحَقِّ وَالْھُدٰی وَ مَنْ خَالَفَہٗ ضَالٌّ مُضِلٌّ** [۶۲] کہ آپ صداقت اور ہدایت پر ہیں اور جو شخص آپ کی خلافت کا مخالف ہے وہ گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے۔

جب یہ فتنہ بڑھنے لگا تو حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن عباس کو خوارج کو سمجھانے کیلئے مقرر کیا اور انہیں حکم دیا کہ بحث نہ کریں مگر حضرت عبداللہ بن عباس میں کچھ جوانی کا جوش تھا اور کچھ وہ اپنے آپ کو فقیہہ بھی سمجھتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ میں کسی سے کیا کم ہوں۔ جب وہاں پہنچے تو ان لوگوں کے اعتراضوں سے کچھ پریشان سے ہو گئے اور دلیل دینے لگے۔ حضرت علیؓ کا نقطہ نگاہ تو یہ تھا کہ میں نے کمیشن مقرر نہیں کرایا بلکہ تم نے کمیشن مقرر کرایا ہے۔ اور تم ہی اس پر اصرار کرتے تھے مگر حضرت عبداللہ بن عباس کے سامنے جب انہوں نے کمیشن کا معاملہ پیش کیا اور کہا کہ ہم علیؓ کی کس طرح اتباع کر سکتے ہیں جبکہ اُس نے دین کے معاملہ میں کمیشن مقرر کر دیا حالانکہ دینی امور کا فیصلہ انسان نہیں کیا کرتے بلکہ خدا فیصلہ کیا کرتا ہے۔ تو وہ کہنے لگے بعض امور میں کمیشن بٹھانا جائز بھی ہوتا ہے۔ دیکھو قرآن کریم میں آتا ہے کہ احرام کی حالت میں اگر کوئی عمداً شکار کرے تو دو حکم مقرر کئے جائیں اور وہ ایسا ہی جانور اس سے قربانی دلائیں یا اس شکار کی قیمت کا کھانا مساکین کو کھلایا جائے یا روزے رکھے جائیں۔ اس پر خوارج کہنے لگے اچھا اچھا خلافت کا معاملہ گویا خرگوش یا بکری کے برابر ہو گیا۔ اتنے میں حضرت علیؓ بھی وہاں پہنچ گئے اور آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس سے فرمایا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ ان لوگوں سے بحث نہ کرنا دیکھا بحث کا کیا نتیجہ نکلا۔

پھر حضرت علیؓ ان سے مخاطب ہوئے اور فرمایا اے لوگو! سنو، کیا میں نے تم کو اس تحکیم سے

منع کیا تھا یا نہیں کیا تھا اور تم اس پر اصرار کرتے تھے یا نہیں کرتے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ حضرت علیؓ نے کہا یہ سچ ہے یا نہیں کہ جب تم نے مجھے مجبور کیا تو میں نے انکار کرتے ہوئے اس کی اجازت دی مگر یہ شرط کر دی کہ وہی حُکم قابل قبول ہوگا جو قرآن کریم کے مطابق ہوگا اور اگر قرآن کریم کے خلاف ہؤا تو تم اور ہم اس سے بری ہوں گے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ اس پر حضرت علیؓ نے کہا۔ پھر تم میری مخالفت اب کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم مانتے ہیں کہ تو نے ہمارے کہنے پر کمیشن مقرر کیا تھا لیکن ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم نے اس معاملہ میں سخت گناہ کیا اور ہم نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ کر لی اور چونکہ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس لئے ہمارے گناہ معاف ہو گئے آپ بھی توبہ کر لیں۔ حضرت علی نے کہا کچھ شرم کرو۔ میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ رہا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ اسلامی مسائل کیا ہیں اور کب کوئی فعل گناہ ہوتا ہے اور کب نہیں۔ تم مجھے کیا سمجھاتے ہو انہوں نے کہا کچھ ہو آپ نے یہ کبیرہ گناہ کیا ہے کہ دین کے معاملہ میں کمیشن مقرر ہونے دیا اور چونکہ کبیرہ گناہ کا مرتکب خلیفہ نہیں رہ سکتا اس لئے آپ توبہ کر لیں تب آپ کو خلیفہ مانیں گے۔ حضرت علیؓ نے کہا میں تو سارے ہی گناہوں سے توبہ کرتا رہتا ہوں اس پر دو ہزار آدمی جو معلوم ہوتا ہے کچھ سمجھدار یا نیک تھے واپس آ گئے اور انہوں نے کہا کہ اب بات ہماری سمجھ میں آ گئی ہے ہم ہی غلطی پر تھے مگر باقی نے پھر بھی واپسی سے انکار کیا۔

میں نے ایک تاریخ میں پڑھا ہے مگر اب حوالہ یاد نہیں کہ خوارج یہ کہتے تھے کہ جب علیؓ نے توبہ کی تو گویا گناہ کا اقرار کیا اور چونکہ گنہگار خلیفہ نہیں ہو سکتا اس لئے اب دوبارہ ہم جسے چاہیں امیر مقرر کریں۔

حضرت علیؓ نے ان لوگوں کا نام حروریہ رکھا (جیسے آج کل کچھ لوگ احراری کہلاتے ہیں) مگر وہ اپنے آپ کو شراۃ کہتے تھے یعنی انہوں نے دنیا دے کر آخرت کو خرید لیا ہے۔ جیسے مصری صاحب بھی کہتے ہیں کہ میں نے خدا کیلئے اپنی نوکری پر لات مار دی اور ذرا بھی اس بات کی پرواہ نہ کی کہ بیوی بچے کہاں سے کھائیں گے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے عبداللہ بن وہب کی بیعت کر لی جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ بیعت کے مخالف نہیں تھے بلکہ بیعتِ خلافت کے مخالف تھے اور ان لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ قوم خلیفہ کی نگران ہے اور جب چاہے اس پر الزام لگا کر اس سے الگ ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد یہ لوگ کوفہ سے بصرہ کی طرف گئے اور وہاں کے خوارج کو ساتھ لیتے ہوئے نہروان چلے گئے (جو بغداد اور واسطہ کے درمیان مشرقی جانب ایک

علاقہ ہے۔اس نام کا ایک گاؤں بھی ہے جس کے درمیان نہر جاری ہے)

حضرت علیؓ نے ان سے متواتر خط و کتابت کی کہ جماعت میں داخل ہو جائیں لیکن وہ اس سے اور اِترا گئے اور سمجھنے لگے کہ ہمارے اندر بھی کوئی خوبی ہے اور پھر اس حد تک بڑھ گئے کہ حضرت خبابؓ جو اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ صحابہؓ میں سے تھے اور جن کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ انہوں نے پہلے بیعت کی یا بلالؓ نے۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا کہ ایک غلام اور ایک حُرّ نے مجھے سب سے پہلے قبول کیا۔ بعض لوگ اس سے حضرت بلالؓ اور حضرت ابوبکرؓ مراد لیتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت خبابؓ ہیں۔ بہرحال حضرت خبابؓ اور جو اوّلین صحابہؓ میں سے تھے ان کے بیٹے عبداللہ اور ان کی بیوی ایک دفعہ نہروان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے آپ سے کہا کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کی نسبت آپ کا خیال کیا ہے؟ حضرت عبداللہ کہنے لگے میں جواب تو دیتا ہوں مگر دیکھنا ناراض نہ ہونا۔ انہوں نے قسمیں کھائیں کہ ہم ناراض نہیں ہوں گے۔ حضرت عبداللہ نے کہا ابوبکرؓ اور عمرؓ بڑے اچھے آدمی تھے اور ان میں کوئی عیب نہیں تھا۔ پھر انہوں نے حضرت عثمانؓ کے متعلق دریافت کیا۔ حضرت عبداللہ نے ان کی بھی تعریف کی۔ پھر انہوں نے حضرت علیؓ کے متعلق دریافت کیا۔ حضرت عبداللہ نے کہا آپ بھی بڑے اچھے آدمی ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں یہ بتاؤ جب فتنہ پیدا ہوا اُس وقت کیسے تھے اور فتنہ سے پہلے کیسے تھے؟ یہ لوگ چونکہ اپنی بیعت فسخ کرنے کی بڑی وجہ یہی بیان کیا کرتے تھے کہ پہلے حضرت علیؓ بڑے اچھے تھے مگر بعد میں جب ان میں نقائص پیدا ہو گئے تو ان نقائص کی وجہ سے ہم ان سے الگ ہو گئے۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ بھی پہلے بڑے اچھے تھے مگر بعد میں خراب ہو گئے اور ہمیں اپنی بیعتیں فسخ کرنی پڑیں اس لئے انہوں نے سوال کیا کہ یہ بتاؤ علی فتنہ سے پہلے کیسے تھے اور فتنہ کے بعد کیسے ہیں؟ حضرت عبداللہ نے کہا پہلے بھی اچھے تھے اور اب بھی اچھے ہیں۔ غرض جب انہوں نے چاروں خلفاء کی تعریف کی تو خوارج ان سے کہنے لگے تو تو کافر ہے اور یہ کہتے ہوئے چُھری سے ان کا پیٹ پھاڑ دیا۔ پھر ان کی بیوی جو حاملہ تھیں ان کا پیٹ بھی انہوں نے پھاڑ دیا اور بچہ جو آٹھ ماہ کے قریب تھا اُس کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے مگر باوجود اس وحشت اور بربریت کے ان کو تقویٰ کا بڑا دعویٰ تھا چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے گری ہوئی کھجور کھا لی تو اس سے تُھکوائی۔ ایک ذمّی نے اپنی کھجوروں کا درخت پیش کیا تو کہا کہ بغیر قیمت نہ لیں گے۔ ایک ذمّی کا کسی نے خنزیر زخمی کر دیا تو اُس سے معافی منگوائی لیکن مسلمان

عورتوں تک کو ذبح کر دیتے اور اپنے اس فعل پر ذرا بھی ندامت اور شرم محسوس نہ کرتے۔ انہی لوگوں میں سے ایک شخص ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس گیا اور کہا میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں دریافت کرو۔ وہ کہنے لگا یہ بتایئے اگر کوئی شخص حج کیلئے جائے اور اس نے احرام باندھا ہؤا ہو اور اُس سے غلطی سے کوئی مچھر مر جائے تو اس کا کیا کفارہ ہوگا؟ بعض روایتوں میں مچھر کی بجائے یہ ذکر آتا ہے کہ اس نے کہا کہ اگر احرام کی حالت میں کسی سے مکھی مر جائے تو کیا کفارہ دے؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا میں تیرے اس سوال سے خوب سمجھتا ہوں کہ تو کون ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو خارجیوں سے تعلق رکھتا ہے سو سنو! جب تم نے خدا تعالیٰ کے مقدس رسول کی پیاری بیٹی کی اولاد کو جس کی نسبت رسول کریم ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ دنیا میں سب سے زیادہ مجھے عزیز ہے ذبح کیا تھا تو کیا تم اس وقت مجھ سے فتویٰ پوچھنے آئے تھے کہ آج تم یہ فتویٰ پوچھنے لگے ہو کہ اگر احرام کی حالت میں تم سے مکھی مر جائے تو کیا کفارہ ہے۔ غرض ظلم اور قتل اور بے دینی کے ساتھ ان کو تقویٰ کا بھی دعویٰ تھا اور اس طرح متضاد باتیں ان میں جمع تھیں۔

حضرت علیؓ کو جب یہ خبر پہنچی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن خبابؓ اور ان کی بیوی کو قتل کر دیا ہے تو اس کی تحقیق کے لئے انہوں نے الحارث بن مرّہ کو بھیجا مگر انہوں نے ان کو بھی قتل کر دیا۔ آخر حضرت علیؓ کو ان لوگوں کے مقابلہ کیلئے نکلنا پڑا مگر جب آپ مقابلہ کیلئے نکلے تو ایک اور واقعہ ایسا پیش آیا جس سے ان لوگوں کی سازش کا بخوبی پتہ چلتا ہے اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کے بعض آدمی رشوت دے کر خریدے ہوئے تھے۔ چنانچہ جب آپ گھوڑے پر سوار ہوئے تو ایک شخص دَوڑتا ہؤا آیا اور اس نے آپ کے گھوڑے کی لُگام پکڑ لی اور کہنے لگا حضور! میں نے نجوم دیکھے ہیں اور مجھے معلوم ہؤا ہے کہ یہ سفر بڑا منحوس ہے آپ اس پر نہ جائیں حالانکہ وہ صحابہؓ کے قریب کا زمانہ تھا اور اس قسم کے تو توہمّات ابھی مسلمانوں میں پیدا نہیں ہوئے تھے۔ حضرت علیؓ نے کہا میں ان باتوں کو نہیں مانتا اور یہ کہتے ہوئے آپ مقابلہ کیلئے نکل کھڑے ہوئے جب آپ وہاں پہنچے تو آپ نے قیس بن سعد بن عبادہ کو ان کے پاس بھجوایا کہ حضرت عبداللہ بن خبابؓ کے قاتل کو ہمارے سپرد کر دو۔ مگر انہوں نے کہا ہم سب نے ان کو قتل کیا ہے کوئی ایک شخص قاتل نہیں۔ پھر حضرت علیؓ خود گئے اور آپ نے چاہا کہ انہیں سمجھائیں کہ اسلام کی عظمت اور اس کی ترقی میں روک مت بنو اور مسلمانوں میں تفرقہ پیدا نہ کرو مگر انہوں نے اپنے

کانوں میں اُنگلیاں ڈال لیں اور شور مچا دیا کہ ان کی بات نہ سنو اور مرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ آخر لڑائی ہوئی اور کثرت سے خوارج مارے گئے جن میں ان کا لیڈر عبداللہ بن وہب بھی تھا اور زید بن حصین اور حُرقوص بھی تھے۔ اس کو جنگ نہروان کہتے ہیں اور وَقْعَةُ يَوْمِ النَّهْرِ بھی کہتے ہیں کیونکہ نہر کے کنارے یہ جنگ ہوئی تھی۔ جب لڑائی ختم ہوگئی تو حضرت علیؓ نے اپنے سپاہیوں سے کہا۔ جاؤ اور ان مُردوں میں ایک ایسے شخص کی لاش تلاش کرو جس کے ہاتھ میں نقص ہے وہ گئے اور انہوں نے تلاش کی مگر ایسی کوئی لاش نہ ملی اور انہوں نے واپس آ کر کہا کہ ہمیں کوئی ایسی لاش نہیں ملی۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور جا کر تلاش کرو کہ ایسی لاش تمہیں مل کر رہے گی اور پھر گئے اور ناکام واپس آئے آپ نے فرمایا جاؤ اور جا کر تلاش کرو۔ آخر جب تیسری بار وہ لوگ گئے تو انہیں ان مُردوں میں ایک ایسے شخص کی لاش بھی مل گئی جس کے ایک ہاتھ میں نقص تھا اور گوشت کا ایک لوتھڑا اُس پر اُٹھا ہوا تھا۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا مجھے رسول کریم ﷺ نے یہ خبر دی تھی کہ اے علی! ایک دن کچھ لوگ تیرے خلاف بغاوت کریں گے اور اُس وقت تیرے مقابلہ میں جو لوگ ہوں گے ان میں ایک ایسا شخص بھی ہوگا جس کے ہاتھ میں نقص ہوگا۔ پھر آپ نے فرمایا وَاللّٰهِ مَا كَذَبْتُ وَلَا كُذِبْتَ۔ [۶۳] خدا کی قسم! میں نے اس وقت جھوٹ نہیں بولا تھا جب میں نے تم سے کہا تھا کہ ایسی لاش تمہیں مل کر رہے گی اور نہ رسول کریم ﷺ نے مجھ سے جھوٹی بات کہی تھی یہ واقعہ ۳۷ھ میں ہوا۔ اور ۳۸ھ میں کوفہ میں جو لوگ مخفی طور پر خوارج کے ساتھ تھے وہ نہروان کے بچے ہوئے لوگوں سے آ ملے اور نخیلہ میں آ کر جمع ہو گئے۔ (یہ جگہ شام اور کوفہ کے درمیان کوفہ کے قریب ہے) حضرت علیؓ نے پھر عبداللہ بن عباس کو انہیں سمجھانے کیلئے بھیجا لیکن باوجود بار بار سمجھانے کے نہ ماننے آخر حضرت علیؓ نے دوبارہ ان پر حملہ کیا اور ان میں سے اکثر کو قتل کر دیا۔

اس کے بعد اسی ۳۸ھ میں خریت بن راشد من بنی ناجیہ نے جو شروع سے حضرت علیؓ کے ساتھ تھا اور آپ کا بڑا مقرب سمجھا جاتا تھا آپ کے خلاف خروج کیا اور آپ کی مجلس میں آ کر کہنے لگا اے علیؓ! میں آپ کی بات آئندہ نہیں مانوں گا اور نہ آپ کے پیچھے نماز پڑھوں گا اور کل آپ سے جُدا ہو جاؤں گا کیونکہ تم کافر ہو چکے ہو حضرت علیؓ نے اسے بہتیرا سمجھایا مگر وہ نہیں مانا اور بار بار یہی کہتا رہا کہ آپ نے انسانوں سے فیصلہ کرایا ہے اس لئے آپ اب اس عہدہ کے قابل نہیں رہے۔ اس پر حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ تیری ماں تجھ پر روئے اس صورت میں

اِذَا تَعْصِیْ رَبَّکَ وَتَنْکُثُ عَھْدَکَ وَلَا تُضُرُّ اِلَّا نَفْسَکَ۔ ٦٤ ؎

تب تو اپنے ربّ کی نافرمانی کرنے والا اور اپنے عہد کو توڑنے والا ہوگا اور تو اپنی جان کے سِوا اور کسی کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔ پھر آپ نے پوچھا آخر اس علیحدگی کی وجہ کیا ہے؟ تو اس نے تحکیم کو بطور وجہ بیان کیا۔ حضرت علیؓ نے اسے کہا کہ آ! مجھ سے سن مَیں رسول کریم ﷺ کا شاگرد ہوں اور میں تجھ پر قرآن اور حدیث سے ثابت کر سکتا ہوں کہ تیرا یہ فعل نادرست ہے مگر اس نے کہا میں سننے کیلئے تیار نہیں۔ اور اپنی قوم کو لے کر راتوں رات نکل گیا۔ اُس وقت کسی نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ خریت کے مقابلہ میں خاموش کیوں ہو گئے تھے؟ آپ نے فرمایا میں بُزدل نہیں ہوں اور میں کبھی لڑائی سے نہیں گھبرایا مگر جب یہ لوگ مجھے دھمکی دے رہے تھے کہ ہم تجھے قتل کر دیں گے اُس وقت میرا نفس مجھے شرمندہ کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ ان کے مقابلہ کی ضدّ میں آ کر تو ان سے لڑنا شروع کر دے اور رسول کریم ﷺ کے نواسوں کو شہید کرا دے۔

جب یہ خریت بن راشد وہاں سے نکلا تو اسے راستے میں ایک ایرانی نومُسلم ملا اور اس نے اس سے پوچھا کہ علیؓ کے بارہ میں تمہاری کیا رائے ہے۔ اس نے کہا وہ امیرالمؤمنین ہیں اور بڑے نیک آدمی ہیں۔ اس پر خریت نے اس ایرانی نومُسلم کو یہ کہتے ہوئے قتل کر دیا کہ تو کافر ہے۔ پھر ایک کافر ملا تو اس نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں ایک کافر رعایا ہوں وہ کہنے لگا اچھا پھر تجھے مارنے کا ہمیں کوئی حق نہیں۔

آخر یہ لوگ رامہرمز چلے گئے جو اہواز کا شہر ہے اور وہاں ان کے ساتھ باقی خوارج بھی آ ملے۔ علاوہ ازیں ایران کے کفار اور نصاریٰ اور مرتدین اور زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں کی ایک جماعت بھی ان سے آ ملی اور ایک بڑا لشکر ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے ان کے مقابلہ کیلئے معقل بن قیس الریاحی کو بھیجا۔ انہوں نے جنگ کی اور جنگ میں خریت مارا گیا۔ کفار قید کئے گئے اور زکوٰۃ جمع کی گئی۔

اس کے بعد یہ لوگ مکہ میں مخفی جمع ہوئے اور فیصلہ کیا کہ حضرت علیؓ کا کُھلا مقابلہ ہم نہیں کر سکتے اس لئے مخفی حملہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ فیصلہ کیا کہ تین آدمی جائیں اور اکیس رمضان کو ایک ہی دن حضرت علیؓ، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن ملجم کو حضرت علیؓ کے قتل کرنے کیلئے اور حجاج بن عبداللہ

الصُّرَیْمِیّ المعروف بالبُرَکِ کو معاویہ کے قتل کیلئے اور عمرو بن بکر التمیمی کو عمرو بن عاص کو قتل کرنے کیلئے مقرر کیا۔

حضرت علی صبح کی نماز کے وقت لوگوں کو نماز میں شامل کرنے کیلئے محلّہ میں چکر لگایا کرتے تھے۔ ۲۱۔ رمضان کو صبح کے وقت جب آپ محلّہ کا چکر لگا رہے تھے تو عبدالرحمٰن نے ان پر حملہ کیا اور تلوار مار کر سر کو شدید زخمی کر دیا۔ حضرت علیؓ کو جب یہ زخم لگا تو آپ نے فرمایا فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ کعبہ کے رب کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ یعنی زخم ایسا کاری لگا ہے کہ اب اس سے جانبر نہیں ہو سکتا۔ پھر آپ نے فرمایا اس شخص کو پکڑ لو۔ اُس نے دوسرے مسلمانوں پر بھی حملہ کیا مگر مغیرہ بن نوفل نے اس پر اپنی چادر ڈال دی اور پھر اُٹھا کر زمین پر دے مارا اور دوسرے لوگوں نے باندھ لیا۔ جب حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ اے امیر المؤمنین! اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ تو آپ نے فرمایا اگر میں زندہ رہا تو خود فیصلہ کروں گا اور اگر مر گیا تو تمہاری جس طرح مرضی۔ آخر تیسرے دن آپ اسی زخم سے فوت ہو گئے۔

بُرک نے حضرت معاویہ پر اسی تاریخ کو حملہ کیا لیکن چونکہ ان کا پہرہ مضبوط تھا اور شام میں رہنے کی وجہ سے وہ بڑے محتاط تھے اور ہمیشہ اپنے اردگرد پہرہ رکھتے اس لئے وہ آدمی اپنے حملہ میں ناکام رہا۔ انہیں صرف معمولی زخم لگا۔ یعنی آپ کے سرین کی ایک چھوٹی سی رگ کاٹی گئی۔ اس سے زیادہ آپ کو کوئی تکلیف نہ ہوئی اور بُرک پکڑا گیا۔ (ضمناً اس جگہ میں یہ بھی ذکر کر دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے یہاں نماز کے وقت جو پہرہ ہوتا ہے لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں بلکہ ان میں سے بھی بعض لوگ اعتراض کیا کرتے تھے جو اَب مصری پارٹی میں شامل ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں بھی ایسے ہی ناپاک ارادے تھے اور وہ یہ دیکھ دیکھ کر جلتے تھے کہ پہرہ کی وجہ سے ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے مگر جیسا کہ آپ لوگوں کو اس واقعہ سے معلوم ہو گیا ہو گا حضرت معاویہ بھی پہرہ رکھا کرتے تھے اور کوئی ان پر اعتراض نہیں کرتا تھا)

عمرو بن عاص اُس دن بیمار تھے اور وہ نماز کو گئے ہی نہیں لیکن اُن کے گھر سے اُس وقت ایک شخص خارجہ بن ابی حبیبہ نکلا جسے عمرو بن بکر التمیمی نے یہ سمجھتے ہوئے کہ یہی عمرو بن عاص ہیں قتل کر دیا۔ جب اسے پکڑ کر لوگ عمرو بن عاص کے پاس لے گئے اور اس نے دیکھا کہ جو شخص وہاں آتا ہے وہ کہتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! تو وہ آنکھ اُٹھا کر کہنے لگا۔ میں نے کس کو مارا ہے کیا میں نے عمرو بن عاص کو نہیں مارا؟ جب لوگوں نے اُسے بتایا کہ نہیں بلکہ تو نے

خارجہ کو مارا ہے تو بے اختیار اُس کی زبان سے یہ فقرہ نکلا کہ اَرَدْتُ عَمْرًا اَرَادَاللّٰہُ خَارِجَةَ میں نے تو عمرو کا اردہ کیا تھا مگر خدا نے خارجہ کا ارادہ کیا اور اس کے بعد یہ فقرہ ایک ضرب المثل بن گیا۔ اب اگر کسی نے یہ کہنا ہو کہ میں نے تو فلاں کام کا ارادہ کیا تھا مگر خدا نے نہ چاہا اور فلاں کام ہو گیا تو عربی زبان میں وہ یہ کہا کرتا ہے کہ اَرَدْتُ عَمْرًا اَرَادَاللّٰہُ خَارِجَةَ

۴۲ھ میں خوارج نے پھر زور کیا اور پہلے لیڈر کے مارے جانے پر مُسْتَوْرِدْ کی بیعت کی۔ اس کے بعد کے حالات سے ہمیں زیادہ بحث نہیں اس لئے میں اس حد تک ہی ان کے حالات بتاتا ہوں۔

اب میں ان لوگوں کے مذہبی پہلو کو لیتا ہوں اور جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں ان لوگوں کی ابتدا تحکیم سے ہوئی ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ شامیوں نے جو مغربی سیاست کی تعلیم پا چکے تھے' اندر ہی اندر رشوتوں سے حضرت علیؓ کے لشکر میں سے بعض کو اس امر کیلئے تیار کیا ہوا تھا کہ اگر شکست ہونے کا خطرہ ہوا تو ہم قرآن بلند کر دیں گے' تم اُس وقت ہماری تائید کے لئے کھڑے ہو جانا اس طرح مسلمانوں کا کمزور طبقہ ہمارے ساتھ مل جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے تائید کی اور قرآنی حکم کو ماننے کے پسندیدہ خیال نے ایک گروہ کو جو حضرت عثمانؓ کے وقت سے اعتراض کرنے کی عادت ڈال چکا تھا' جادۂ صواب سے پھرا دیا اور انہوں نے ان رشوت خوروں کی تائید کرنی شروع کر دی لیکن جونہی ان کے کہنے سے کمیشن کا فیصلہ ہو گیا جو لوگ بے وقوف عابد تھے انہیں غلطی محسوس ہوئی اور وہ تحکیم کے خلاف ہو گئے اور حضرت علیؓ سے کہنے لگے کہ تم نے گناہ کیا ہے اور ایک جُرم کا ارتکاب کیا ہے اور جو لوگ شرارتی تھے انہوں نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملا کر فتنہ کو ہوا دینی شروع کر دی لیکن اب حضرت علیؓ کو وعدہ کے ایفاء کے خیال نے پیچھے ہٹنے سے روکا۔ اور ان لوگوں کے دلوں میں جو یہ سمجھتے تھے کہ حضرت علیؓ نے گناہِ کبیرہ کیا ہے یہ سوال پیدا ہونا شروع ہوا کہ جب خلیفہ گناہِ کبیرہ کر سکتا ہے تو پھر وہ خلافتِ معصوم کا اہل کس طرح ہو سکتا ہے؟ پس ان لوگوں نے طے کیا کہ خلافت کا مسئلہ ہی غلط ہے۔ درحقیقت خلافت شخصی نہیں بلکہ قومی ہے اور وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ [۶۵] میں جس خلافت کا ذکر ہے وہ بھی قومی ہے نہ کہ شخصی۔ اور اَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ [۶۶] اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہاں نظام کو چلانے کیلئے ایک شخص کی بیعت اور اطاعت ضروری ہے مگر جماعتِ مسلمین اس کی نگران ہو گی اور جب چاہے گی

اسے علیحدہ کر دے گی کیونکہ خلافت قوم کی ہے نہ کہ شخص کی اور خلیفہ قوم کا نائب ہے۔ جب تک افراد کا تعلق رہے وہ حاکم ہوگا مگر جب قوم کا سوال آئے گا وہ ان کے مشورہ کا پابند ہوگا اور اگر نہیں مانے گا تو الگ کیا جائے گا۔

جب ایک قدم انسان غلط اُٹھاتا ہے تو اسے دوسرا قدم بھی غلط اُٹھانا پڑتا ہے۔ جب خوارج کا دماغی توازن بگڑا تو ان کے خیالات کی رَو اَب اس طرف گئی کہ رسول کریم ﷺ نے تو فرمایا ہے کہ اپنے حاکم سے الگ نہیں ہونا جب تک اس سے کُفرِ بواح نہ دیکھو۔ [۶۷] تو پھر اگر اس طرح امیر سے الگ ہونا جائز ہے تو اس حدیث کے کیا معنی ہوں گے۔ آخر انہوں نے اس کا یہ جواب تجویز کیا کہ کفر نام ہے نافرمانی کا اور جو کوئی گناہ کرتا ہے وہ نافرمانی کرتا ہے۔ پس جس شخص کی نسبت ثابت ہو کہ اس نے کوئی کام خلافِ قرآن کیا ہے وہ گنہگار رہے اور جب گنہگار رہے تو کافر ہے' اور جب کافر ہے تو رسول کریم ﷺ کے حکم کے مطابق اس کے خلاف خروج جائز ہے۔ اسی طرح ان میں کسی بدعملی پر کافر قرار دینے کا مسئلہ رائج ہو گیا اور اس کی وجہ سے ہزاروں مسلمانوں کے خون انہوں نے کئے۔ جیسے عبداللہ بن خبابؓ اور دھقان ایرانی کا خون صرف حضرت علیؓ کو نیک کہنے کی وجہ سے کیا گیا۔

ان لوگوں کا طریق بالکل آجکل کے احراریوں کی طرح تھا۔ حضرت علیؓ لیکچر دیتے تو یہ لوگ بیچ میں شور مچا دیتے تھے۔ چنانچہ ایک دن آپ مجلس میں بیٹھے تھے تا کہ ابوموسیٰ کو بھجوائیں کہ دو خارجی زُرعہ اور حرقوص آئے اور انہوں نے نعرہ لگایا کہ لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ حضرت علیؓ نے فرمایا درست ہے۔ لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ ۔ اس پر حرقوص نے کہا اے علیؓ! اپنے گناہ سے توبہ کرو اور اپنے فیصلہ کو واپس لو اور دشمن سے لڑنے کے لئے نکلو۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ جب میں نے کہا تھا بات نہ مانی اب تو عہد ہو چکا' عہد توڑا نہیں جا سکتا۔ حُرقوص نے کہا یہ عہد نہیں یہ تو گناہ ہے' اس سے توبہ کرنی چاہئے۔ حضرت علیؓ نے کہا یہ گناہ نہیں رائے کی غلطی ہے جس سے میں نے تم کو روکا تھا مگر تم باز نہ آئے۔ اس پر زرعہ نے کہا اے علیؓ! اگر تم تحکیم الرجال سے باز نہ آئے تو میں تم سے لڑوں گا۔ حضرت علیؓ نے کہا مجھے نظر آ رہا ہے کہ تو لڑائی میں مارا جائے گا اور ہوا تیری لاش پر چلے گی۔ اس نے کہا کاش! خدا کی راہ میں ایسا ہی ہو۔ اس پر دونوں کھڑے ہو گئے اور لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ کے نعرے لگاتے ہوئے چلے گئے۔

اسی طرح حضرت علیؓ ایک دن لیکچر دے رہے تھے تو خوارج مسجد کے اندر پھیل کر بیٹھ گئے

جیسے حضرت عثمانؓ کے وقت کیا کرتے تھے اور چاروں طرف سے نعرہ تحکیم بلند کرنا شروع کر دیا۔ پہلے ایک طرف سے آواز اُٹھی لَاحُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ پھر دوسری طرف سے آواز اُٹھی لَاحُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ پھر تیسری طرف سے آواز آئی لَاحُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ پھر چوتھی طرف سے آواز اُٹھی لَاحُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ۔ حضرت علیؓ نے جواب میں کہا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَلِمَۃُ حَقٍّ اُرِیْدَبِھَا بَاطِلٌ بات تو جو تم کہتے ہو سچی ہے مگر دیکھو تم یہ سچی بات کیسی بُری جگہ استعمال کر رہے ہو اور کیسا غلط استدلال کر رہے ہو۔

اسی طرح ایک اور دن حضرت علیؓ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر تحکیم کی آواز بلند کی اور پھر ہر طرف سے مختلف لوگوں نے تحکیم کی آواز بلند کرنی شروع کر دی اس پر حضرت علیؓ نے کہا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَلِمَۃُ حَقٍّ اُرِیْدَبِھَا بَاطِلٌ اور پھر فرمایا تم میری خلافت پر اعتراض کرتے ہو مگر کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ امارت ضروری ہے چاہے نیک کی ہو یا بد کی۔ یہ کہہ کر آپ خطبہ کیلئے کھڑے ہوئے مگر انہوں نے پھر لَاحُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ کا شور مچا دیا۔ جس پر آپ کو خطبہ چھوڑنا پڑا اور خطبہ بند کر کے گھر چلے گئے۔[۶۸]

خوارج جیسا کہ میں بتا چکا ہوں حضرت عثمانؓ کے زمانہ سے شروع ہوئے اور حضرت علیؓ کے زمانہ میں ایک باقاعدہ جماعت بن گئے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں محبانِ علیؓ اپنے آپ کو ظاہر کرتے تھے اور بعد میں حضرت علیؓ سے جُدا ہو کر ایک علیحدہ جماعت بن گئے۔ مگر اس وقت بھی ممتاز جماعت نہ بنے تھے صرف حضرت علیؓ کی مخالفت اور ان پر ذاتی اعتراض تک ان کا اختلاف محدود تھا۔ مگر جیسا کہ میں نے بتایا ہے بحث مباحثہ سے ایک خاص شکل ان کے عقائد کی ہوتی گئی۔ آخر ۶۴ھ میں انہوں نے اپنے اصول باقاعدہ تجویز کئے' اور اس موقع پر ان میں اختلاف ہو گیا اور وہ پانچ فرقے ہو گئے۔

واقعہ اس طرح ہوا کہ اُس وقت خوارج دو علاقوں میں پھیل گئے' کچھ بصرہ کی طرف اور کچھ یمامہ میں۔ جو بصرہ میں تھے ان کا لیڈر نافع بن الازرق تھا اور جو یمامہ کو گئے ان کا لیڈر نجدہ بن عویمر تھا اور ان کے ناموں کے دو فرقے بن گئے ایک ازارقہ کہلاتے تھے اور دوسرے نجدیّین۔

نافع بن ازرق نے اپنے مذہب کے اصول بنائے اور جماعت کو جمع کر کے یوں بیان کیا کہ کیا ہم شریعت کے تابع اور قرآن اور سنت کے متبع نہیں؟ ساتھیوں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا کیا ہمارے دشمن رسول کریم ﷺ کے دشمن نہیں اور آپ کے دشمن چونکہ مشرک تھے کیا وہ مشرک نہیں؟ انہوں نے کہاں ہاں۔ اس پر اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بَرَاءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ

اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔[۶۹] تو معلوم ہوا اپنے دشمنوں سے ہمیں براءت ضروری ہے۔ پھر کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ [۷۰] کہ خواہ ایک ایک نکلو خواہ دو دو بہرحال ضروری یہ کہ اپنے اموال اور اپنے نفوس سے خدا تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو تو معلوم ہوا جو لوگ ہم میں سے ایسے ہیں کہ ہمارے ساتھ مل کر دشمنوں سے جنگ نہیں کرتے اور چُھپے بیٹھے ہیں ان کا حُکم مشرکوں کا حُکم ہوا۔ وہ کہنے لگے بالکل ٹھیک ہے پھر وہ کہنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ [۷۱] مشرکوں سے نکاح نہ کرو تو معلوم ہوا ان لوگوں سے نکاح بھی ناجائز ہے وہ کہنے لگے ہاں۔ پھر وہ کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا [۷۲] کہ جن لوگوں کی جانیں فرشتے ایسی حالت میں نکالیں گے کہ انہوں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہوا ہوگا وہ ان سے دریافت کریں گے کہ تمہاری کیسی حالت رہی ہے؟ وہ کہیں گے ہم دنیا میں سخت کمزور تھے اس پر وہ جواب دیں گے کہ کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہیں تھی اور کیا تم ہجرت نہیں کر سکتے ؟ اس سے معلوم ہوا کہ دشمنوں کے ملک میں رہنا حرام ہے۔ وہ کہنے لگے بالکل درست ہے۔ پھر وہ کہنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۔[۷۳] کہ تم مشرکوں کو جہاں کہیں پاؤ قتل کرو۔ پس ہمیں بھی اپنے دشمنوں کو جہاں ملیں انہیں قتل کرنا واجب ہوا۔ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر وہ کہنے لگا اللہ تعالیٰ نوح کی زبان سے فرماتا ہے۔ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ـــ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا [۷۴] کہ اے رب! ان کافروں میں سے کسی کو زمین پر نہ چھوڑ نہ ان کے مردوں کو نہ عورتوں کو، نہ لڑکوں کو نہ لڑکیوں کو کیونکہ اگر ان میں سے کوئی بھی باقی رہا تو پھر اس سے کُفر شروع ہو جائے گا لیکن چونکہ یہ شُبہ ہوسکتا تھا کہ یہ صرف حضرت نوح کے دشمنوں کے متعلق حُکم ہے عام لوگوں کے دشمنوں کے متعلق نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ [۷۵] کہ کیا تمہارے دشمن ان دشمنوں سے اچھے ہیں یا تمہیں خدا تعالیٰ نے بری قرار دیا ہے پس جب نوح کے دشمنوں اور ہمارے دشمنوں کا حال یکساں ہوا تو معلوم ہوا ہمارے لئے اپنے دشمنوں کی عورتوں اور ان کے بچوں کا قتل بھی واجب ہے' انہوں نے کہا ہاں۔ پھر وہ کہنے لگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ

النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدُّ خَشْيَةً[۶۷] کہ جب قتال فرض ہوا تو ایک فریق لوگوں سے ویسے ہی ڈرنے اور خوف کھانے لگا جیسے خدا سے ڈرا جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ تقیہ حرام ہے لوگوں نے کہا بالکل درست۔ پھر کہنے لگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ[۶۸] کہ وہ لوگ جو ہماری باتیں چھپاتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ہم پر اپنے دین کی تبلیغ واجب ہے۔ اس پر سب نے اس کی تصدیق کی اور ازارقہ کا یہ مذہب قرار پایا مگر اس کے اس دعویٰ کی خوارج کے ایک دوسرے لیڈر عبداللہ بن اباض نے تکذیب کی اور کہا کہ باقی مسلمان مشرک نہیں وہ صرف کافرِ نعمت ہیں ان کے ملک میں رہنا جائز ہے اور ان سے نکاح جائز ہے اور ورثہ جائز ہے اور ان کا ذبیحہ بھی جائز ہے مگر جب عبداللہ بن اباض اور نافع بن ازرق کا فیصلہ ایک تیسرے لیڈر عبداللہ بن صفّار نے سنا تو وہ عبداللہ بن اباض سے کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے بیزار ہے کیونکہ تو نے نرم فیصلہ کیا اور مذہب میں کمی کر دی ہے اور نافع بن ازرق سے بھی بیزار ہے کیونکہ اس نے مذہب میں زیادتی کر دی ہے اور بڑا سخت فیصلہ کیا ہے۔ اُس وقت ایک اور عالم ان میں ابو بہتیس ہیصم بن جابر الضبعی تھا۔ اس نے کہا اصل بات یہ ہے کہ ہمارے دشمنوں کا حال تو مشرکوں کا سا ہے لیکن ان کے ملک میں رہنا جائز ہے جس طرح مسلمان مکہ میں کفار کے تابع رہے تھے اور مشرکوں کے احکام ان پر جاری ہیں ہاں نکاح وغیرہ ان سے جائز ہے کیونکہ وہ منافق ہیں اور اسلام کا منہ سے دعویٰ کرتے ہیں اور منافق سے نکاح جائز ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے پانچ فرقے ہو گئے۔

(۱) ازارقہ جن کا عقیدہ تکفیرِ مسلمین وقاعدین اور براءت اور استعراض اور استحلال اموال اور قتلِ اطفال تھا۔

(۲) اباضہ۔ جن کا عقیدہ یہ تھا کہ دوسرے مسلمان کافر بالنعمۃ ہیں۔ باقی امور میں ان کا معاملہ مسلمانوں والا ہی سمجھا جائے گا۔

(۳) صفریہ۔ جو عبداللہ بن صفّار کے مرید تھے۔

(۴) نجدیہ جو نجدۃ بن عویمر کے مرید تھے۔

ان دونوں کا عقیدہ ایک تھا۔ صرف یہ فرق تھا کہ صفریہ کا خیال تھا کہ ان مسلمانوں سے جہاد ضروری نہیں چنانچہ آخر یہ سب مسلمانوں کی لڑائی سے باز آ گئے۔

(۵) البہیہ۔ان کا عقیدہ ہے کہ مسلمان مشرک ہیں۔ان کو قتل کرنا اوران کی اولادوں کو قتل کرنا جائز ہے مگر ان میں رہنا ناجائز نہیں اور نہ ان سے نکاح جائز ہے اور نہ ان کا ورثہ لینا۔اس کے بعد ان کے اور فرقے ہو گئے۔

چنانچہ ایک فرقہ العجاورۃ ہے جس کا یہ خیال ہے کہ سورہ یوسف قرآن کا حصہ نہیں۔اوراس کی وجہ یہ ہے کہ سورہ یوسف میں وہ بیّن دلیل موجود ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ کافر بادشاہ کے ماتحت رہنا بھی جائز ہے مگر چونکہ ان کا عقیدہ اس کے خلاف تھا اس لئے یہ کہا کرتے تھے کہ یہ پُرانا قصہ ہے قرآن کا حصہ نہیں۔یہ لوگ اپنے بچہ کو بھی کافر کہتے ہیں جب تک بڑا نہ ہو اور اسے تبلیغ کرکے مسلمان نہ کریں۔ان لوگوں کا سورہ یوسف کا انکار بھی اسی غلطی سے پیدا ہؤا ہے کہ کفار کے علاقہ میں نہیں رہنا۔چونکہ سورہ یوسف اس خیال کو ردّ کرتی ہے اس لئے انہوں نے اس کے قرآن کا جُزو ہونے سے بھی انکار کر دیا۔

نجد یہ فرقہ کا عقیدہ ہے کہ صغائرِ گناہ کا بہ تکرار مرتکب اگر کبائر کا بہ تکرار مرتکب نہ بھی ہو تب بھی کافر ہے۔تقیہ جائز سمجھتے ہیں اور دشمنوں کے اموال کو جائز۔اور جو جائز نہ مانے وہ کافر۔

ثعالبہ فرقہ کا خیال ہے کہ بچہ کی حکومت جائز ہے مگر بڑا ہو کر حق کے خلاف چلے تو اسے الگ کیا جائے۔

بہیہ کا دعویٰ ہے کہ امام کافر کے ماتحت جو رہے وہ بھی کافر ہی سمجھا جائے گا۔یعنی دلی مرضی سے نہ کہ تقیہ سے جیسا کہ وہ خود کرتے ہیں۔

جیسا کہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے خوارج کا طریق عمل یہ تھا کہ:۔

(۱) وہ مخفی رہتے۔چنانچہ بار بار مختلف زمانوں میں وہ ظاہر ہوئے۔حضرت عثمانؓ کے وقت میں بھی مخفی رہے۔حضرت علیؓ کے زمانہ میں بھی اور معاویہ کے زمانہ میں بھی۔

(۲) مسلمانوں پر اور خصوصاً خلفاء پر الزام لگا کر بدنام کرتے کہ وہ بدکار تھے۔چنانچہ حضرت علیؓ پر بھی ان کا یہ الزام ہے اور دوسرے مسلمانوں پر بھی۔چنانچہ وہ مسلمانوں کو محلّین کہتے تھے جس کے معنی ہیں حلال سمجھنے والے اور اس نام کی وجہ تسمیہ وہ یہ بتاتے تھے کہ یہ لوگ جس جان کو خدا نے حرام کیا ہے اسے حلال سمجھتے ہیں اور لوگوں کے مال کھا جاتے ہیں اور عورتوں کی عصمت خراب کرتے ہیں۔اور مال جمع کرنا حرام ہے۔یہ مال جمع کرتے ہیں اور جہاں بیت المال کا مال خرچ کرنا چاہئے وہاں خرچ نہیں کرتے ناجائز جگہ پر خرچ کرتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جب فتنہ اُٹھا تو اُس وقت کوفہ کے گورنر سعید بن العاص تھے۔ حضرت عثمانؓ کو ان پر اتنا اعتماد تھا کہ جب آپ نے قرآن لکھوانے کا فیصلہ کیا تو آپ نے سعید بن العاص کو ہی اس کونسل کا پریذیڈنٹ بنایا جو مختلف نسخوں کا مقابلہ کرتی تھی اور فرمایا جہاں اختلاف ہو وہاں جو فیصلہ سعید بن العاص کرے گا وہی قبول کیا جائے گا۔

یہ گورنر ہو کے جب کوفہ آئے اور لوگوں کو پتہ لگا کہ سعید بن العاص آ رہے ہیں تو ان میں سے ایک شخص نے جو حمص سے کوفہ کی طرف جا رہا تھا اور جو عبداللہ بن سبا کے ساتھیوں میں سے تھا کوفہ پہنچ کر ایسی حالت میں جبکہ جمعہ کی وجہ سے سب لوگ مسجد میں جمع تھے کہنا شروع کر دیا کہ میں ابھی سعید بن العاص سے جُدا ہوا ہوں اور اسکے ساتھ ایک منزل ہم سفر رہا ہوں۔ وہ عَلَی الْاِعْلَان کہتا ہے کہ میں کوفہ کی عورتوں کی عصمتوں کو خراب کر دوں گا اور کہتا ہے کہ کوفہ کی جائیدادیں قریش کا مال ہیں اور یہ شعر فخریہ پڑھتا ہے کہ:۔

وَیْلٌ لِاَشْرَافِ النِّسَاءِ مِنِّیْ

صَحِیْحٌ کَاَنَّنِیْ مِنْ جِنِّیْ

کہ کوفہ کی شریف عورتوں میں سے ایک کی عصمت بھی نہیں بچے گی اور میں ان سے اس طرح بدکاری کروں گا جس طرح پتھر سے پتھر ٹکراتا ہے تو آوازیں نکلتی ہیں کیونکہ میں ایسا مضبوط آدمی ہوں گویا جِنّات میں سے ہوں۔ عوام الناس نے جب یہ سنا تو اُن کی عقل ماری گئی اور جب سعید بن العاص آئے تو انہیں کہنے لگے ہمیں آپ کی ضرورت نہیں آپ واپس چلے جائیں حالانکہ یہ بالکل جھوٹا الزام تھا جو سعید بن العاص پر لگایا گیا غرض وہ مسلمانوں پر عموماً اور خلفاء پر خصوصاً بدکاری کے الزامات لگایا کرتے تھے۔

(۳) وہ خلفاء پر مال کو غلط طور پر استعمال کرنے کا الزام لگاتے خصوصاً حضرت عثمانؓ پر۔

(۴) ظلم کا الزام لگاتے کہ تم سخت ظالمانہ سزائیں دیتے ہو۔

(۵) باوجود بظاہر عبادت اور زُہد اور شدّت فی الاسلام کا دعویٰ کرنے کے کفار کے ساتھ ان کا میل جول زیادہ ہوتا۔

(۶) خلافت اور امارت کے خلاف اعتراض کرتے رہتے اور قوم کو بحیثیت مجموعی خلیفہ قرار دیتے اور اَلْاَمْرُ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ سے استدلال کرتے تھے۔

اب دیکھو کہ کس طرح ان امور میں مصری صاحب اور خوارج کے درمیان اتحاد پایا جاتا

ہے اور کیسے شاندار رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی پوری ہوئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیکھا کہ میں علیؓ ہوں اور ایک گروہ خوارج کا میری خلافت کی مزاحمت کر رہا ہے میں نے خوارج کے حالات بتائے ہیں' ان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ خوارج کے گروہ اور مصری صاحب کے درمیان پوری موافقت ہے۔

(۱) خوارج پہلے بیعت میں تھے پھر حضرت علیؓ کو گنہگار قرار دے کر بیعت سے علیحدہ ہوئے۔ یہی حال مصری صاحب کا ہے۔ مصری صاحب بھی پہلے میری بیعت میں تھے پھر مجھ پر اخلاقی الزام عائد کر کے اور مجھے گنہگار قرار دے کر وہ بیعت سے الگ ہوئے۔

(۲) خوارج کا مطالبہ تھا کہ توبہ کر لو پھر ہماری تمہاری صلح ہو جائے گی۔ بعینہٖ یہی مصری صاحب نے مجھ سے مطالبہ کیا ہے بلکہ آخر میں انہوں نے یہاں تک لکھا کہ علیحدہ کمرہ میں مَیں آپ کے پاس آ جاتا ہوں آپ صرف میرے سامنے توبہ کر لیں تو میں تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر آپ کے ساتھ ہو جاؤں گا۔ خوارج کے متعلق بھی آتا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر علیؓ توبہ کر لیتے تو بڑا مزہ آتا کیونکہ پھر ہم کہہ سکتے تھے کہ اب تو انہوں نے اپنے منہ سے گناہ کا اقرار کر لیا ہے اور جب انہوں نے گناہ کیا تو خلافت سے الگ ہو گئے۔ اب ہماری مرضی ہے جسے چاہیں خلیفہ بنائیں اور جسے چاہیں نہ بنائیں۔

(۳) خوارج نے حضرت علیؓ سے تحکیم کا مطالبہ کیا۔ اُنہوں نے مان لیا تو پھر اس سے پھر گئے۔ اِنہوں نے بھی کمیشن کا مطالبہ کیا۔ میں نے پہلے تجربہ کی بناء پر نہیں مانا مگر جب میں نے کمیشن کی تشریح چاہی تو خاموش ہو گئے اور اب جواب تک نہیں دیتے۔ اور اگر میں حضرت علیؓ کی طرح ان کی بات مان لیتا تو جھٹ کہتے دیکھا انہیں اپنی خلافت پر شبہ ہے۔

(۴) خوارج کا دعویٰ تھا کہ خلافت قومی ہے نہ کہ فردی اور یہ کہ امیر کی نگران قوم ہے۔ جب کوئی اُسے بگڑا ہوا دیکھے اس سے علیحدہ ہو جائے بعینہٖ یہی دعویٰ مصری صاحب کا ہے۔

(۵) خوارج گندے الزام خلفاء اور صحابہؓ پر لگاتے تھے۔ یہی مصری صاحب کرتے ہیں۔ مجھ پر جو الزام لگاتے ہیں وہ تو اکثر مشہور ہیں۔ جماعت پر بھی انہوں نے اس طرح اپنے خط میں الزام لگایا ہے کہ جماعت میں بدکاری بہت بڑھ گئی ہے اور پھر دہریّت کا الزام بھی انہوں نے جماعت پر لگایا۔

(۶) خوارج کہتے تھے کہ یہ لوگ اندھے ہیں کہ کہتے ہیں علیؓ جو کچھ کرتا ہے ٹھیک ہے اور اس

قول کی وجہ سے مشرک ہو گئے ہیں یہی دعویٰ مصری صاحب کا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس طرح لوگ اندھا دُھند خلیفہ کی اطاعت کر کے بگڑ گئے ہیں حالانکہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ جب تک خلافتِ اسلامی ہو خلیفہ مذہب کے خلاف چل ہی نہیں سکتا اور جو کچھ کرے گا خدا اور رسول کے حکم کے مطابق کرے گا۔

(۷) خوارج باوجود اسلام میں دوسروں سے زیادہ تشدّد ظاہر کرنے کے دشمنانِ اسلام کے دوست تھے اور کُفّارِ ایران اور مسیحی اور مرتد اور زکوٰۃ نہ دینے والے ان کے گرد جمع ہو جاتے اور ان کی امداد کرتے تھے۔ یہی حال مصری صاحب کا ہے' باوجود اس دعویٰ کے کہ خلیفہ کی وجہ سے احمدیت کمزور ہوگئی ہے اب مَیں اس کو اعتراضوں سے پاک کر کے تبلیغ کو وسیع کر دوں گا اور احمدیت کو مضبوط کروں گا' احرار اور آریہ اور سکھ اور جماعت کے مخالف افسر سب ان کے ساتھ ہیں اور ان کی ہر طرح امداد کرتے ہیں اور باوجود اس کے کہ وہ نبوت اور کفر و اسلام کے مسائل میں اب تک اپنے آپ کو ہمارے ہم خیال ظاہر کرتے ہیں پھر بھی پیغامی ان کی مُونچھ کا بال بنے ہوئے ہیں' کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مصری صاحب کے دعوے سب لاف وگزاف ہیں۔ اصل میں وہ احمدیت کو کمزور کر رہے ہیں۔ چنانچہ الہامِ الٰہی **یَا عَلِیُّ دَعْهُمْ وَاَنْصَارَهُمْ وَزِرَاعَتَهُمْ** میں بھی پہلے سے بتا دیا گیا تھا کہ ان خوارج کے تین حصے ہوں گے۔ اوّل خود، دوم اندرونی منافق، سوم۔ غیر قومیں۔

(۸) خوارج اہلِ بیت کے دشمن تھے۔ مصری صاحب بھی سب اہلِ بیت مسیح موعود پر حملہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے نہ صرف مجھ پر، میرے بھائیوں پر اور میری لڑکیوں پر ہی گندے الزام لگائے بلکہ حضرت (اماں جان) کو بھی الزامات میں ملوث کرنے کی کوشش کی۔

(۹) خوارج کی ابتدا خُفیہ کارروائیوں سے ہوئی ہے۔ یہی حال مصری صاحب کا ہے یہ بھی ایک عرصہ تک خُفیہ کارروائیاں کرتے رہے ہیں اور اس کا انہیں خود بھی اعتراف ہے۔

(۱۰) خوارج سزاؤں میں سختی اور اخراج کا الزام لگاتے تھے۔ یہی مصری صاحب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ذرا خلیفۂ وقت کا کوئی مخالف ہو جائے تو اُسے بڑی سخت سزا دیتے ہیں۔

(۱۱) خوارج کے گرد سزا یا فتوں کا گروہ تھا۔ مصری صاحب کے ساتھ بھی ایسے ہی لوگ ملے ہوئے ہیں جنہیں سلسلہ کی طرف سے ان کے کسی قصور کی بناء پر سزا ملی۔

(۱۲) خوارج حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ یہی مصری صاحب کہتے ہیں

بلکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مَیں نے اسی وجہ سے ایک عرصہ سے آپ کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ رکھی تھی۔

(۱۳) خوارج کو پہلے حضرت علیؓ کے کیریکٹر پر شُبہ ہؤا پھر خلافت کے مسئلہ پر۔ یہی مصری صاحب کا حال ہے۔ انہیں بھی پہلے میرے کیریکٹر کے متعلق شبہ ہؤا اور پھر انہوں نے خلافت سے معزولی کا سوال اُٹھا دیا۔ یہ ویسی ہی بات ہے جیسے ہم کسی کو جب جماعت سے اخراج کی سزا دیتے ہیں تو معاً اس پر یہ انکشاف ہو جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نبی نہ تھے۔ انہیں بھی پہلے میرے متعلق شُبہات پیدا ہوئے اور پھر خلافت کے متعلق انہیں شُبہ پیدا ہو گیا۔

ان تفصیلات پر نگاہ دَوڑاؤ اور پھر دیکھو کہ یہ کیسی زبردست پیشگوئی ہے جو پوری ہوئی مگر اللہ تعالیٰ کی پیشگوئی اس سے بھی زیادہ شان کے ساتھ پوری ہوئی ہے۔ اور وہ تاریخی واقعات کی مشابہت ہے جو خوارج کے فتنہ اور شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کے فتنہ میں پائی جاتی ہے۔ چنانچہ

۱۔ خوارج کا وہ سب سے بڑا لیڈر جس نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں فتنہ اُٹھایا نومُسلم تھا اور مصری کہلاتا تھا۔ گو وہ مصری نہ تھا یعنی عبداللہ بن سبا۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب بھی نومُسلم ہیں اور مصری کہلاتے ہیں گو وہ مصری نہیں ہیں۔

۲۔ پھر ایک نہایت زبردست مشابہت جو فتنہ خوارج اور مصری فتنہ میں پائی جاتی ہے یہ ہے کہ خوارج کا وہ بڑا لیڈر جس نے حضرت علیؓ پر حملہ کیا تھا اس کا نام بھی عبدالرحمٰن تھا اور اس کا نام بھی عبدالرحمٰن ہے۔

(۳) تیسری مشابہت جو اِن دونوں فتنوں میں پائی جاتی ہے یہ ہے کہ شیخ صاحب اقرار کرتے ہیں کہ انہوں نے ۱۹۳۴ء سے میرے خلاف واقعات سُنے اور میرے خلاف اپنے دل میں فیصلہ کیا۔ ۱۹۳۴ء اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات میں ستائیں سال کا فاصلہ ہے گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے ستائیس سال بعد انہوں نے فتنہ کی بنیاد رکھی اور یہ عجیب بات ہے کہ عین اِسی سال میں خوارج نے اختلاف کا اظہار کیا تھا یعنی ہجرت کے ۳۷ویں سال میں۔ اور چونکہ ہجرت کے دسویں سال کے بعد رسول کریم ﷺ فوت ہوئے تھے اس لئے ۳۷ھ جس میں خوارج نے اختلاف کا اظہار کیا دراصل رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد ستائیسواں سال تھا۔ ادھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس صدی کے ساتویں سال کے بعد فوت ہوئے ہیں۔ پس ۱۹۳۴ء بھی دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد ستائیسواں سال تھا جس میں مصری صاحب نے اپنے فتنہ کی بنیاد رکھی۔ غرض حضرت مسیح موعود

علیہ السلام نے پیشگوئی فرمائی کہ میں علیؓ ہوں اور میرے خلاف خوارج کا ایک گروہ ظاہر ہو گا۔ یہ گروہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے عین اتنے سال بعد ظاہر ہوا جتنے سال اس نے رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد لئے تھے۔

پھر ایک اور مشابہت بھی ہے جو گو کُلّی مشابہت نہیں مگر ضمنی مشابہت ضرور ہے اور وہ یہ کہ سنہ کے لحاظ سے وہ فتنہ بھی ۳۷ھ میں ظاہر ہوا اور یہ فتنہ بھی ۱۹۳۷ء میں ظاہر ہوا۔

پانچویں زبردست مشابہت یہ ہے کہ حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی نے ۴۰ھ میں اس الزام کے ماتحت کیا کہ انہوں نے ہمارے آدمیوں کو قتل کر دیا ہے اور یہ بعد وفات رسول کریم ﷺ تیس سال ہوتے ہیں گویا تیس سال بعد وفات رسول کریم ﷺ حضرت علیؓ کی جان پر عبدالرحمٰن بن ملجم نے اس لئے حملہ کیا کہ اُس نے ہمارے آدمیوں کو مروایا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح ۱۹۳۷ء میں تیس سال بعد وفات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام شیخ عبدالرحمٰن مصری نے میرے خلاف عدالت میں اس بناء پر قتل کا مقدمہ دائر کیا کہ اس نے ہمارے آدمی فخر الدین کو قتل کروایا ہے اور اس لئے اسے پھانسی کی سزا ملنی چاہئے۔ پس انہوں نے بھی وہی الزام لگایا ہے جو خارجیوں نے لگایا، وہی چالیں چلی ہیں جو خارجیوں نے چلیں، انہی حرکات کا ارتکاب کیا ہے جن حرکات کا خارجیوں نے ارتکاب کیا، پس الزام ایک ہے، سنہ ایک ہے، چیز ایک ہے، وہاں قتل کرنے والا عبدالرحمٰن بن ملجم ہے اور یہاں حکومت سے پھانسی کا مطالبہ کرنے والا عبدالرحمٰن مصری ہے پھر پورے تیس سال کے بعد وہاں حملہ ہوا تھا اور پورے تیس سال کے بعد یہاں بھی حملہ ہوتا ہے اور اسی الزام کے ماتحت ہوتا ہے جو الزام خارجیوں نے حضرت علیؓ پر لگایا۔

بیشک عبدالرحمٰن بن ملجم اپنے حملہ میں کامیاب ہوا اور اس نے حضرت علیؓ کو شہید کر دیا اور عبدالرحمٰن مصری اپنے حملہ میں اب تک خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب نہیں ہوئے لیکن اس کی بھی ایک وجہ ہے اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رؤیا میں بتایا گیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خلافت پر جو حملہ ہو گا اس میں آپ کے قائم مقام کی حیثیت صرف علیؓ کی نہیں ہو گی بلکہ موسیٰ کی بھی ہو گئی کیونکہ اس رؤیا کے ساتھ ہی الہام ہوا کہ مخالف کہتا ہے ذَرُوْنِیْ اَقْتُلْ مُوْسٰی گویا بتا دیا کہ اسے علی کے ساتھ تمام مشابہتیں ہوں گی مگر جس وقت قتل کا حملہ ہو گا اُس وقت علیؓ، موسیٰ بن جائے گا اور چونکہ موسیٰ کو قتل کرنے میں فرعون ناکام رہا تھا اس لئے اس حملہ میں اس زمانہ کا عبدالرحمٰن ناکام رہے گا۔ صرف درمیانی تکلیف اور ایذاء پہنچانے

میں کامیاب ہوگا جس طرح موسیٰ کو دُکھ اور تکلیفیں پہنچیں۔ دشمن کہتا ہے اور میدانوں میں ناچتا پھرتا ہے کہ اگر سلسلہ احمدیہ سچا ہوتا تو یہ ابتلاء کیوں آتے اور اتنے بڑے بڑے آدمی خلیفۂ وقت پر الزامات کیوں لگاتے؟ مگر میں کہتا ہوں یہ ابتلاء اس کے سچا ہونے کی دلیل ہیں۔ کس تفصیل سے خدا کے مسیح نے خبر دی تھی کہ زینب جس کی شادی آپ کے زمانہ میں ہوئی ایک ایسے شخص سے بیاہی جانے والی ہے جو حضرت مسیح موعود کے اہلِ بیت پر الزام لگا کر آپ کو دُکھ دے گا۔ اس فتنہ کے دو لیڈر رہوں گے ان لوگوں کو خلافت کے بارہ میں وہی اختلاف ہوگا جو خوارج کو تھا۔ وہ پہلے بیعت کر کے پھر خلیفہ کو گنہگار قرار دے کر علیحدہ ہوں گے ان کا پہلا حملہ اندازاً ۲۷ سال بعد وفات حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہوگا۔ اور ۳۰ سال بعد مسیح وہ اس کے خلیفہ کو قتل کرنا چاہیں گے لیکن ناکام رہیں گے۔ کیا اس سے بڑھ کر' کیا اس سے واضح' کیا اس سے عیاں کوئی اور پیشگوئی ہوسکتی ہے؟ پھر یہ ابتلاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ثبوت ہوا یا آپ کے جھوٹا ہونے کی دلیل۔ میں کہتا ہوں دیکھو کس طرح چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑے اس خواب کے پورے ہوئے ہیں۔ اس خواب میں بتایا گیا ہے کہ رسول کریم ﷺ اس موقع پر تشریف لائے اور جیسا کہ میں نے اس فتنہ کے شروع میں شائع کر دیا تھا مجھے بھی ایک دن الہام ہوا کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے"[۸۸]

گویا خواب میں جو آنحضرت ﷺ کے ورودِ مبارک کی خبر تھی وہ بھی اس الہام کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے پوری کر دی اور بتا دیا کہ رسول کریم ﷺ آ گئے ہیں۔ پھر مجھے جو یہ الہام ہوا تھا کہ:۔

"میں تیری مشکلات کو دُور کروں گا اور تھوڑے ہی دنوں میں تیرے دشمنوں کو تباہ کر دوں گا"[۸۹]

یہ بھی اسی قول کی طرف اشارہ ہے کہ یَا عَلِیُّ دَعْهُمْ وَاَنْصَارَهُمْ وَزِرَاعَتَهُمْ ۔یعنی خود اِن کی باتوں پر صبر کرو اور قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لو اور خدا تعالیٰ پر معاملہ چھوڑ دو۔ سو خدا تعالیٰ نے مجھے کہا کہ میں خود اس معاملہ کا فیصلہ کروں گا اور ذَرُوْنِیْ اَقْتُلْ مُوْسٰی کے الہام سے بھی بتا دیا کہ حضرت علیؓ کے زمانہ میں ان کی حکومت تھی انہوں نے خود سزا دی لیکن اس زمانہ میں خلیفہ موسیٰ کی طرح ایک اور حکومت کے تابع ہوگا اس لئے اس وقت کی سزا خود اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ میں رکھے گا۔ پس جماعت کو اس بارہ میں بہت محتاط رہنا چاہیئے اور کوئی خلافِ قانون حرکت

نہیں کرنی چاہئے۔ ہاں قطع تعلق جو ہوا ہے وہ خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ہوا ہے جیسا کہ الہام سے ظاہر ہے اور علمی جواب دینا اس ممانعت میں شامل نہیں جیسا کہ موسیٰ کے لفظ سے ظاہر ہے۔

مجھے نہایت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم میں سے ایک شخص نے اس حکم کی تعمیل نہ کی اور وہ سلسلہ کی بدنامی کا موجب ہوا حالانکہ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے زیادہ سخت سزا دے سکتا ہے۔

پس گو مَیں پہلے بھی اعلان کر چکا ہوں لیکن آج پھر اس اعلان کو دُہرا دیتا ہوں کہ اگر تم میں سے کسی نے کوئی خلافِ قانون حرکت کی تو میں اُسے بلا دریغ جماعت سے خارج کر دوں گا۔ تم اگر اس فتنہ کا مقابلہ کرنا چاہتے ہو اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم میں سے کون ایسا ہے جو اس فتنہ کا مقابلہ نہیں کرنا چاہتا تو اس کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دعائیں کرو اور تبلیغ کرو، دلیلیں دو اور تبلیغ کرو مگر قانون کو ہاتھ میں مت لو کیونکہ ہمارا خدا کہتا ہے کہ مَیں خود اِس فتنہ کا مقابلہ کروں گا۔ پس جب وہ خود اس مقابلہ کیلئے تیار ہے تو کیسا گستاخ اور بے ادب وہ شخص ہے جو کہے کہ اس کے مقابلہ سے پہلے میں بھی مقابلہ کرلوں۔ ہاں قطع تعلق کا حکم الہام سے نکلتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا۔

مَلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلاً

مگر جیسا کہ میں بتا چکا ہوں اس جگہ قتل کے معنی قتل کرنا ہماری تعلیم کے خلاف ہیں۔ یعنی ان لوگوں میں سے کوئی سامنے آئے تو اس سے اعراض کرو، بات کرے تو خاموش رہو، وہ مجھے چیلنج کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آؤ اور ہمارا مقابلہ کرو مگر جب میرے خدا نے ان کا چیلنج قبول کرلیا ہے تو میں کون ہوں جو اس کے بعد ان کا چیلنج قبول کروں۔ اگر ایک شخص سے میں خود مباحثہ کرنے کیلئے تیار ہو جاؤں اور پھر کوئی احمدی کہے کہ مَیں مباحثہ کروں گا تو وہ احمدی یقیناً گستاخ سمجھا جائے گا۔ اسی طرح جب خدا نے کہا کہ میں ان کا مقابلہ کروں گا تو میں کون ہوں جو خود ان کا مقابلہ کروں۔ ہاں تم دلائل پیش کرو، انہیں سمجھانے کی کوشش کرو، انہیں راہِ راست پر لانے کی سعی جاری رکھو مگر سزا کا معاملہ تم اپنے ہاتھ میں مت لو کیونکہ خدا کہتا ہے کہ میں خود انہیں سزا دوں گا۔ تم غور کرو اور سوچو کہ یہ کتنا زبردست نشان ہے جو ظاہر ہوا۔ تیرہ مشابہتیں وہ ہیں جو عقائد کے لحاظ سے خوارج میں اور مصری پارٹی میں پائی جاتی ہیں اور پانچ وہ مشابہتیں ہیں جو تاریخی لحاظ سے ان دونوں حملوں میں پائی جاتی ہیں۔ لوگ تو کہا کرتے ہیں تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ ۔ مگر

یہاں قریباً دو دہا کے جمع ہو گئے ہیں۔ اگر اب بھی کوئی سمجھنے کیلئے تیار نہیں تو میں اپنے مخالفین سے کہتا ہوں اگر تم میں ہمت ہے تو تم اپنے تمام علماء کو ساتھ ملا کر کوئی ایک ہی ایسی پیشگوئی شائع کر دو اور اگر تم ایسا نہ کرسکو اور ہرگز نہیں کرسکو گے تو کیوں خدا کے اس عظیم الشان نشان پر ایمان نہیں لاتے جو اِس فتنہ کے ظہور کے ذریعہ پورا ہؤا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ یہ لوگ پہلے میری بیعت کریں گے اور پھر اس بیعت کو توڑ دیں گے، کون کہہ سکتا تھا کہ یہ کسی زمانہ میں مجھ پر وہی الزام لگائیں گے جو خوارج نے حضرت علیؓ پر لگائے، کون کہہ سکتا تھا کہ خوارج میں اور ان لوگوں میں اتنی زبردست مشابہتیں پائی جائیں گی یقیناً سمجھو کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی پیشگوئیوں کے مطابق ہؤا ہے۔ پس اس فتنہ کا مقابلہ بیشک ظاہری تدبیروں سے بھی کرو مگر تمہارا اصل کام یہ ہے کہ تم دعاؤں سے کام لو اور تبلیغ پر زور دو اور قانون کو کبھی اپنے ہاتھ میں مت لو۔ یہ فتنہ خدا تعالیٰ کا ایک زبردست نشان ہے جو ظاہر ہؤا اور جس نے میری صداقت کو آفتاب نیمروز کی طرح ظاہر کر دیا۔ خدا تعالیٰ کے نشانات مختلف اقسام کے ہؤا کرتے ہیں۔ اس کا کوئی نشان جلالی ہوتا ہے اور کوئی قہری۔ میں جو اِس وقت تمہارے سامنے کھڑا ہوں خدا تعالیٰ کا ایک جلالی نشان ہوں اور مصری پارٹی اس کا ایک قہری نشان ہے۔ پس خدا تعالیٰ کے ان نشانات سے فائدہ اُٹھاؤ اور اپنی اصلاح پر زور دو اور نیکی میں ترقی کرو اور خدا تعالیٰ سے اپنے تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر کرتے چلے جاؤ تا کہ مخالف جب کبھی تم پر حملہ کرے وہ تمہیں خدا تعالیٰ کی گود میں پائے اور جو شخص خدا تعالیٰ کی گود میں چلا جائے اس پر کوئی حملہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو اور تمہیں اَبدالآباد تک اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے اور تمہارے ہر مخالف کو ناکام کرے اور تمہیں حجت اور برہان کی رو سے تمام قوموں پر غلبہ عطا فرمائے اور تمہیں نیکی اور تقویٰ اور راستی میں دوسروں کیلئے نمونہ بنائے اور خلافت سے مخلصانہ وابستگی کی تمہیں ہر زمانہ میں توفیق بخشے تا کہ تمہارا قدم ترقیات کے میدان میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے اور دنیا کی کوئی قوم اور دنیا کا کوئی فرد تمہاری ترقی میں روک پیدا نہ کرسکے۔ اٰمِیْنَ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(الفضل ۱۴، ۱۶، ۱۸، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳۔ اگست ۱۹۶۴ء)

---

۱ الاحزاب: ۵۷تا۶۴

۲ بخاری کتاب الاطعمة باب من ناول او قدم الی صاحبه علی المائده شیئا

۳ بخاری کتاب الصلوٰة باب الصلوٰة فی الجبة الشامیة میں نمازِ جمعہ کی بجائے

عام نماز میں جُبہ پہننے کا ذکر ہے۔

۴ نسائی کتاب الصلوٰۃ باب ادخال الصبیان المساجد (مفہوماً)

۵ بخاری کتاب الصلوٰۃ باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ علی عنقہٖ فی الصلوٰۃ

۶ تذکرہ صفحہ ۷۶۶۔ ایڈیشن چہارم

۷ بنی اسرائیل: ۳۵

۸ الفضل ۲۰ نومبر ۱۹۳۷ء

۹

۱۰، ۱۱ تذکرہ صفحہ ۷۵۱۔ ایڈیشن چہارم

۱۲ مسلم کتاب الجھاد باب تحریم قتل النساء والصبیان فی الجھاد

۱۳ تذکرہ صفحہ ۱۳۸۔ ایڈیشن چہارم

۱۴، ۱۵ لسان العرب جلد ۱۱ صفحہ ۳۵ مطبوعہ ۱۹۸۸ء۔ بیروت

۱۶ مسلم کتاب الامارۃ باب اذا بویع لخلیفتین

۱۷ لسان العرب جلد ۱۱ صفحہ ۳۵ مطبوعہ ۱۹۸۸ء بیروت

۱۸ تا ۲۳ تذکرہ صفحہ ۷۵۰، ۷۵۱۔ ایڈیشن چہارم

۲۴ النحل: ۱۲۹

۲۵، ۲۶ تذکرہ صفحہ ۷۴۹۔ ایڈیشن چہارم

۲۷ تذکرہ صفحہ ۷۴۹، ۷۵۰۔ ایڈیشن چہارم

۲۸ تا ۳۲ تذکرہ صفحہ ۷۵۰۔ ایڈیشن چہارم

۳۳ النحل: ۱۲۴

۳۴ لسان العرب جلد ۱ صفحہ ۳۸۹ مطبوعہ ۱۹۸۸ء۔ بیروت

۳۵ الانعام: ۲۲ ۳۶ البقرۃ: ۱۱۵

۳۷ تا ۳۹ تذکرہ صفحہ ۷۰۴۔ ایڈیشن چہارم

۴۰ تذکرہ صفحہ ۷۰۵۔ ایڈیشن چہارم

۴۱ الاحزاب: ۳۴

۴۲، ۴۳ تذکرہ صفحہ ۶۹۲۔ ایڈیشن چہارم

۴۴ تذکرہ صفحہ ۵۰۷۔ایڈیشن چہارم
۴۵ تا ۴۸ تذکرہ صفحہ ۵۵۰۔ایڈیشن چہارم
۴۹ تذکرہ صفحہ ۵۵۰،۵۵۱۔ایڈیشن چہارم
۵۰ تا ۵۲ تذکرہ صفحہ ۵۹۷۔ایڈیشن چہارم
۵۳ تذکرہ صفحہ ۶۱۰۔ایڈیشن چہارم
۵۴ تذکرہ صفحہ ۲۰۸،۲۰۹۔ ایڈیشن چہارم
۵۵ تذکرہ صفحہ ۶۱۷۔ایڈیشن چہارم
۵۶ تا ۵۸ بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام (مفہوماً)
۵۹ الکامل فی التاریخ لابن الاثیر جلد ۳ صفحہ ۳۱۶،۳۱۷ مطبوعہ ۱۹۶۵ء بیروت
۶۰ الکامل فی التاریخ لابن الاثیر جلد ۳ صفحہ ۳۲۰ مطبوعہ ۱۹۶۵ء بیروت
۶۱، ۶۲ الکامل فی التاریخ لابن الاثیر جلد ۳ صفحہ ۳۲۶، ۳۲۷ مطبوعہ ۱۹۶۵ء بیروت
۶۳ الکامل فی التاریخ لابن الاثیر جلد ۳ صفحہ ۳۴۱ تا ۳۴۸ مطبوعہ ۱۹۶۵ء بیروت
۶۴ الکامل فی التاریخ لابن الاثیر جلد ۳ صفحہ ۳۶۴ مطبوعہ ۱۹۶۵ء بیروت
۶۵ النور: ۵۶ ۶۶ الشوری: ۳۹
۶۷ بخاری کتاب الفتن باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سترون بعدی امورا تنکرونها
۶۸ الکامل فی التاریخ لابن الاثیر جلد ۳ صفحہ ۳۳۴،۳۳۵ مطبوعہ ۱۹۶۵ء بیروت
۶۹ التوبۃ: ۲ ۷۰ التوبۃ: ۴۱ ۷۱ البقرۃ: ۲۲۲
۷۲ النساء: ۹۸ ۷۳ التوبۃ: ۵ ۷۴ نوح: ۲۷،۲۸
۷۵ القمر: ۴۴ ۷۶ النساء: ۸۷ ۷۷ البقرۃ: ۱۶۰
۷۸ الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۳۷ء
۷۹ الفضل ۳۰ جولائی ۱۹۳۷ء